موں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو س

جنوری فروری،
1957

ماہنامہ

خالد

ربوہ

سالانہ اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ کراچی کے موقع پر
نائب صدر دوم مولوی غلام باری صاحب سیف خیموں
کا معائنہ کرنے کے دوران اطفال کے حلقہ کا معائنہ
فرما رہے ہیں - آپکے آگے معتمد اور قائد صاحب کراچی
اور پیچھے ناظم اطفال سید عبدالعزیز شاہ کھڑے
ہیں -
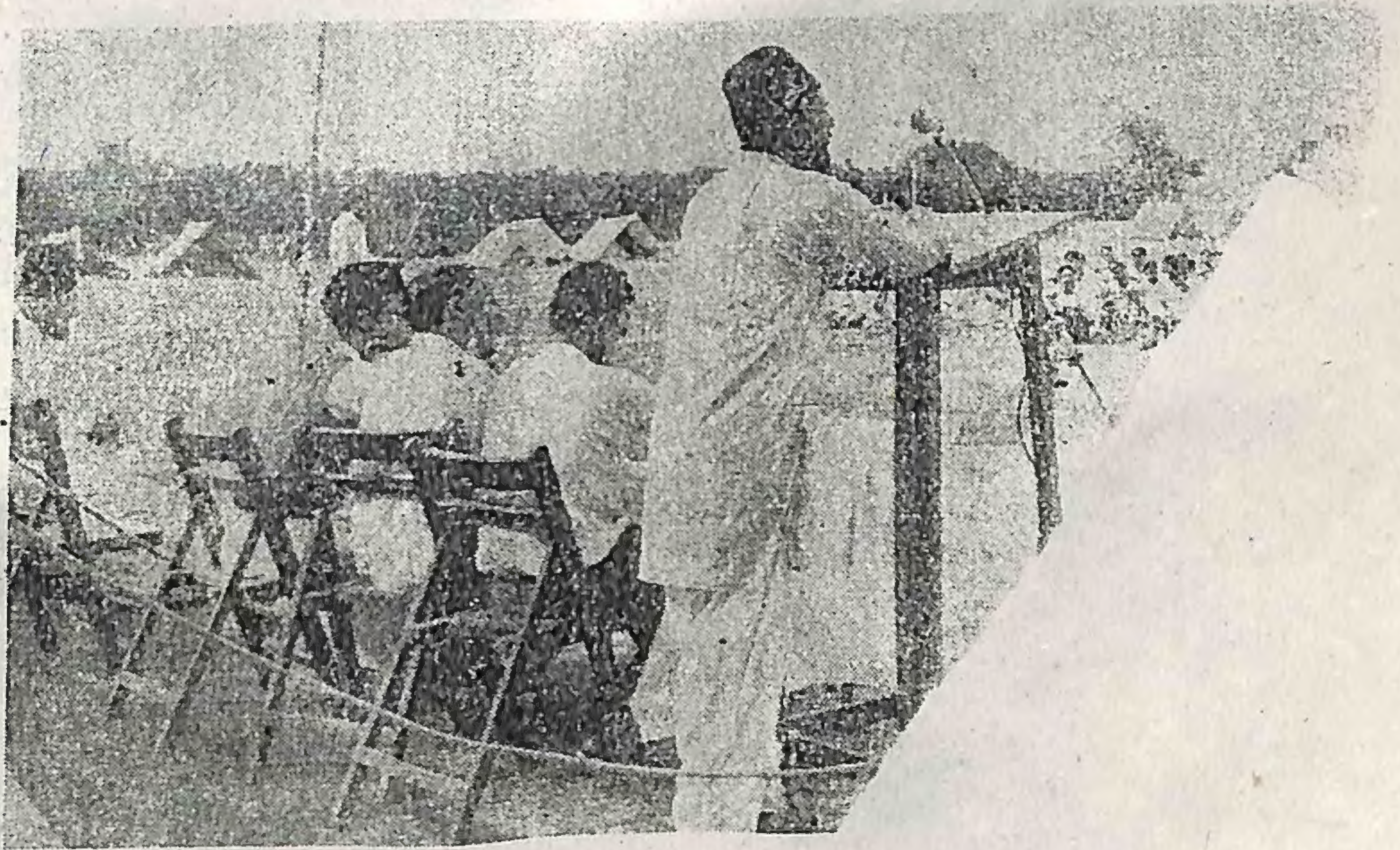
نہ اجتماع کے موقع پر جناب غلام باری صاحب
فرما رہے ہیں - دائیں جانب قائد مجلس کراچی
شیخ رحمت اللہ صاحب اور معتمد مجلس کراچی

ماہنامہ **خالد** ربوہ

جلد ۵ | جنوری، فروری ۱۹۵۷ء | شمارہ ۳-۴

چند لکھنے والے:

شیخ روشن دین تنویر
جناب ابوالحسن
جناب عبدالسلام اختر
محمد اجمل شاہد
محمد اشرف ناصر
محمد طفیل منیر
حفیظ الرحمٰن واحد
افضل ترکی
قاضی نعیم الدین احمد
رشید احمد
امین اللہ خان سالک
مسعود احمد
پرویز پروازی
اور بہت سے دوسرے!

نگران
بشارت احمد بشیر،

مدیر
دوست محمد شاہد،

معاونین مدیر
یحییٰ افضل
امین اللہ خان سالک

بدل اشتراک سالانہ ساڑھے چار روپے

(مسعود عبدالباسط پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر رسالہ خالد ربوہ ضلع جھنگ سے شائع کیا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم		نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

والسلام علی عبدہ المسیح الموعود

ماہنامہ خالد ——— ربوہ ——— ماہ جنوری فروری ۱۹۵۷ء

شمع احمدیت کے پروانوں کا مقدس اجتماع

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جلسہ سالانہ کی بابرکت تقریب کے متعلق بصیرت افروز اعلان:-

"اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں ادنیٰ ادنیٰ حرجوں کی پرواہ نہ کریں - خدا تعالیٰ مخلصوں کو ہر قدم پر ثواب دیتا ہے اور اس کی راہ میں کوئی محنت اور صعوبت ضائع نہیں ہوتی اور مکرر لکھا جاتا ہے کہ اس جلسہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں - یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمۃ اللہ پر بنیاد ہے - اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کے لئے قومیں تیار کی

ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی۔ کیونکہ یہ اس قادر کا فعل ہے

جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔"

بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے یہ مقدس کلمات دسمبر ۱۸۹۲ء کے ہیں۔ جبکہ احمدیت کا پیغام ابھی موجودہ برصغیر ہندو پاکستان تک ہی محدود تھا اور دنیا کی پوری آبادی میں سے صرف تین سو ستائیس نفوس کو ہی یہ سعادت نصیب ہوسکی تھی کہ وہ سالانہ جلسہ کی برکات سے مستفید ہونے کے لئے اپنے آقا کے قدموں میں حاضر ہوں۔ مگر آج ——— چونسٹھ برس بعد ——— حق و صداقت کی پُرشکوہ آواز دنیا کے گوشہ گوشہ میں گونج رہی ہے اور کاروانِ حق (سیدنا محمود ایدہ اللہ تعالیٰ) جیسے اولوالعزم قافلہ سالار کی قیادت میں نہایت تیزی کے ساتھ بڑھتا اور بڑھتا ہی چلا جارہا ہے۔ فرزانگی دیوانوں کی زد میں آگئی ہے۔ باطل کی صفیں اُلٹ چکی ہیں۔ اور اسلام بھی پورے ٹھاٹھ سے کہہ رہا ہے ؎

گئے دن کہ تنہا تھا میں انجمن میں
مرے اب یہاں رازداں اور بھی ہیں

شمعِ احمدیت کے پروانو! تمہیں ربوہ کی سرزمین میں آکر حضرت المصلح الموعود کے لُٹائے ہوئے قیمتی اور آبدار موتیوں سے ایک بار پھر مالا مال ہونا مبارک ہو۔ تمہیں مبارک ہو کہ تم انسانیت کے درخشندہ ستارے ہو اور تمہارے جھرمٹ میں خلافت کا پیارا اور دلکش چاند اپنی تمام تر رعنائیوں سمیت موجود ہے اور پوری شان و شوکت سے چمک رہا ہے۔

وادیٔ غیر ذی زرع کا نظارہ کرنے والو! دعا کرو کہ مسیح موعودؑ کے جس موعود فرزند نے ہمارے لئے اس بے آب و گیاہ وادی میں اسلام کی ایک پُررونق بستی آباد کر ڈالی ہے خدا اُسے رہتی دنیا تک ہم میں آباد رکھے اور شاد رکھے۔

اللّٰھم انصُر مَن نصَر دین محمدٍ صلی اللہ علیہ وسلم واجعلنا منھم واخذل من خذل دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ولا تجعلنا منھم۔ اللّٰھم آمین!

روشن دین تنویر

ہوا جور و ستم تو پھر ہوا کیا
محبت کی سزا ایسا ہے سزا کیا

سفینہ رقص ہیں گرداب کے ساتھ
نہیں ہے دسترس اے ناخدا کیا؟

مجھے تو یہ تعجب ہے الٰہی!
محبت! اُف محبت نے کیا کیا

نظر کی بھی تجھے پرہیز ہے جب
پلائے گا تو ہم کو ساقیا کیا

سنائیں تجھ کو اے تنویر کیا ہم
کہ ہم کیا اور ہمارا ماجرا کیا

گنہگار کردے گنہگار کردے
مجھے اپنی رحمت کا حقدار کردے

وہی اپنا لقماں وہی اپنا عیسےٰ
زیادہ نہ یادہ جو بیمار کردے

ذرا ڈال دے ناخدا اس بھنور میں
سفینہ کو شاید یہی پار کردے

ہمیں فرض ہی سر جھکائے رہیں ہم
وہ کیا جانیے کس گھڑی وار کردے

ہیں ہم صرف تیرے خیاباں کی مٹی
تو چاہے تو گل چاہے تو خار کردے

امین اللہ خاں سالک

تلخیٔ حادثات پر بھی ہمیں
آہ و شیون سے کوئی کام نہیں
ہر مصیبت پہ مسکرا اے دوست!
زندگی رنج و غم کا نام نہیں

ختم ہو جائے گا خزاں کا دور
پھر چمن میں بہار آئے گی
زحمتِ امتحاں سے مت گھبرا
ساعتِ خوشگوار آئے گی

میرا محمود آج ربوہ میں
پھر سناتا ہے نغمۂ توحید
پھر بندھے ہیں خلوص کے رشتے
عہدِ الفت کی پھر ہوئی تجدید

آپ ہی آپ ٹوٹ جائے گی
کفر و ظلمت کی آہنی زنجیر
اب مقدر ہے غلبۂ اسلام
اب یہی ہے نوشتۂ تقدیر

ابو الحسن

جرمنی میں مذہبی تعصّب اور شگون پرستی

جنوبی باداریا کے کوئی سات آٹھ سو کی آبادی والے گاؤں میں ایک دس گیارہ سالہ بچی نے مجھ سے پوچھا کہ میرا بپتسمہ ہوچکا ہے۔ میرے انکار کرنے پر اس نے حیران ہو کر کہا "تو وہ گناہ کیوں کر دھل پایا ہوگا۔ جو آپ اپنی پیدائش کے وقت اس دنیا میں لائے تھے"۔ پھر وہ کچھ دیر سوچ کر بولی "آپ کو دوزخ میں جانا ہی پڑے گا"۔ پھر یہ محسوس کر کے کہ اسے یوں کھلے طور پر میرے حق میں بُرا نہیں کہنا چاہیے تھا۔ معذرت کرتے ہوئے بولی "نہیں نہیں۔ ہرحسن۔ پہلے آپ اعراف میں بھیجے جائیں گے۔ اور جب وہاں آپ کا وہ گناہ دھل جائیگا تو پھر آپ بہشت جانے کے قابل ہو جائینگے"۔ آپ کہینگے کہ وہ تو ایک بچی تھی اور وہ بھی دیہاتن، اس لئے اس میں تعصب بھی ہوگا۔ اور نا سمجھی بھی لیکن اس سے بھی حیران کن واقعہ ایک اور جگہ پیش آیا۔ ایک جگہ یونہی بات چیت ہو رہی تھی۔ اور گناہوں کی سزا زیر بحث تھی۔ جب میں نے وہاں بتایا کہ اسلام میں ہر شخص اپنے اعمال کا ذمہ دار خود ہے! اور اسے ہر گناہ کی سزا کسی نہ کسی حالت میں ضرور بھگتنا پڑے گی تو ایک صاحب جو ایک بہت بڑے شہر کے رہنے والے تھے! اور صاحب قلم تھے بولے۔ "تو کیا آپ کی خاطر کسی نے بھی اپنی جان دے کر یا عذاب جھیل کر آپ کے گناہوں کا کفارہ ادا نہیں کیا"۔ میرے انکار پر انہوں نے جس حیرانی کا اظہار کیا وہ میری طاقت بیان سے باہر ہے لیکن لطف یہ کہ انہوں نے ہی اپنے لئے ایک پروٹسٹنٹ لڑکی کو رفیقہ حیات بنانے کے لئے منتخب کیا تھا۔ حالانکہ وہ خود کیتھولک فرقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے باوجود ان سب آسانیوں کے جو حکومت نے ان کے لئے مہیا کی ہوئی تھیں ان کو اور ان کی منگیتر کو اپنے اپنے کلیسا کے پادریوں کے پاس جا کر ایک خاص اجازت نامہ (فتوٰے) حاصل کرنا پڑا تب کہیں جا کر ان کی شادی ہو پائی۔ مذہبی تعصب ہم جیسے "نیم تہذیب یافتہ" یا "مذہبی جنونیوں" کا ہی شیوہ نہیں۔ وہاں بھی پایا جاتا ہے۔ جس سکول میں ہم لوگ جرمن زبان میں سبق لیا کرتے تھے۔ وہاں دو نوجوان لڑکیاں بھی تھیں۔ ان میں سے ایک کیتھولک تھی۔ اور دوسری پروٹسٹنٹ کیتھولک لڑکی ہر وقت دوسری لڑکی کو تبدیلیٔ مذہب کی تبلیغ کرتی رہتی تھی اور اسے دوزخ اور خدا کی ناراضگی سے ڈراتی تھی۔ وہ بے چاری کم گو تھی اور اس کی کسی بھی بات کا جواب دینے کی بجائے بس مسکرا کر رہ جاتی تھی۔ آخر ایک دن تنگ آ کر میں نے اس کیتھولک لڑکی سے کہا۔ "معزز یانو۔ یہ سکول میں آپ ہر وقت اس بیچاری کے پیچھے پڑی رہتی ہیں۔ چاہے پروٹسٹنٹ یا بپٹسٹ (BAPTIST) آخر یہ عیسائی ہی ہے نہ۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے"۔ وہ چیں بر جبیں ہو کر بولی "جی۔ ہر حسن۔ آپکو اپنا خیال رکھنا چاہیئے۔ آپ لوگ ہندو تھے یا مسلمان تھے۔ تو ہندوستانی ہی نا تو ہندوؤں سے الگ ہو کر پاکستان بنانے کی ضرورت ہی کیا تھی"۔ اس کے دماغ میں کیتھولک اور پروٹسٹنٹ آبادیوں کی بناء پر آئرلینڈ کی تقسیم کا تصور موجود تھا لیکن اس کا "ہندوستانی" اور "ہندو" اور "مسلمان" کا تصور میرے لئے بالکل نیا تھا۔ وہاں پر بھی ایک فرقے کے لوگ دوسرے فرقے کی عبادتگاہوں میں نہیں جاتے۔

ویسے کیتھولک لوگ زیادہ کٹر ہیں۔ پروٹسٹنٹ تو سونے سے پہلے اپنے گناہوں کی معافی مانگ لیتے ہیں۔ اور بس۔ لیکن کیتھولک باقاعدہ گرجا میں جا کر "توبہ" ادا کرتے ہیں گرجے میں لکڑی کی ایک کیبن بنی ہوتی ہے۔ اس کے دو حصے ہوتے ہیں۔ دروازوں پر پردے لٹکے رہتے ہیں۔ ایک حصہ میں پادری کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور دوسرے حصہ میں "گناہ گار" جو پادری باری اپنے گناہوں کا ذکر کرتا جاتا ہے۔ اور پادری اس پر "رحم" کرتے ہوئے معافی دیتا جاتا ہے۔ گناہ گار جب گرجا سے باہر نکلتا ہے تو وہ اپنے گمان میں بالکل پاک ہوتا ہے۔ توبہ کے لئے عموماً ہفتہ کا دن مقرر ہے۔ شاید اس سے یہودیوں کے... SABATHDAY (روزِ سبت) کا تعلق ہے۔ ہفتہ میں ایک بار نہیں تو کم از کم مہینہ میں ایک بار ہر شخص پر "توبہ" لازمی ہے۔ اور اگر ایک شخص سال میں ایک بار بھی اس فرض کو پورا نہ کرے تو وہ کافر ہو جاتا ہے چنانچہ ایک جگہ ذکر ہو رہا تھا کہ "وہ شخص کتنا بڑا کافر ہے۔ کہ اس نے متواتر چار سال سے توبہ ادا نہیں کی"۔ COMMUNION کے بعد توبہ فرض قرار دی جاتی ہے۔ کیتھولک لوگ جمعہ کے روز گوشت نہیں کھاتے (مچھلی کھا لیتے ہیں) ایک بار میں نے ہوٹل میں اپنے لئے آلو گوشت پکایا اور اس میں سے کچھ اپنے ایک دوست کے ہاں بھجوا دیا۔ اس نے اس خیال سے کہ اگر وہ انکار کر دے تو میں بُرا مانوں گا۔ وہ لے لیا اور اپنی ماں کی مخالفت کے باوجود اسے کھا لیا۔ دوسرے روز اسے توبہ کرنے کے لئے گرجا جانا پڑا۔

باواریا کے ایک بادشاہ نے ایک محل بنوایا تھا۔ جس کے در و دیوار پر مصوری کے نادر نمونے نقش کئے ہیں۔ دیوانِ خاص میں ایک تصویر کی وضاحت کرتے ہوئے محل کے راہبر نے ہمیں بتایا کہ "شاہ فریڈ ریننڈ کافروں کے خلاف جہاد کر رہے ہیں۔" میں سمجھ تو گیا لیکن ازراہِ تفنن پوچھا "یہ کافر کون تھے؟" "مور" وہ بولا "مور کون تھے؟" میں نے پھر پوچھا "وہی سپین کے مسلمان حکمران" جب میں نے مسکرا کر اپنے جرمن ہمراہیوں کی طرف دیکھا۔ تو انہوں نے شرمندگی کے مارے معذرت خواہ انداز میں نگاہیں نیچے کر لیں۔ اسی طرح ایک اتوار کو میں ایک گرجے میں چلا گیا پادری نے وعظ کرتے کرتے کہا "اے لوگو شرم کرو۔ ایک کافر مسلمان تو عبادت کرنے کا کتنا پابند ہے۔ اور تم یسوع مسیح کے نام لیوا ہو کر بھی کس قدر سستی سے کام لیتے ہو۔" "کافر مسلمان" کی اچھوتی ترکیب کے علاوہ میں اس چیز پر حیران ہوا کہ وہی لفظ "کافر" جو ہم بڑے فخر اور یقین کے ساتھ دوسرے لوگوں پر استعمال کرتے ہیں ہم پر بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ اللہ۔ اللہ۔

لاہور میں میں نے ایک جگہ دروازے پر گھوڑے کا نعل لگا ہوا دیکھا۔ صاحب خانہ سے پوچھا تو اسنے کہا۔ کہ خدا تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں گھوڑوں کے سموں کی قسم کھائی ہے! اور چونکہ نعل بھی گھوڑے کے سُم کو ہی ظاہر کرتا ہے۔ اس لئے اسے بطور تبرک یہاں لگایا گیا ہے۔ خیر میں نے سمجھا تھا کہ ایسی فضول باتوں کا رواج محض ہمارے ہاں ہی ہو گا۔ لیکن وہاں جا کر دیکھا تو وہاں بھی یہی رسم دروازوں کے اوپر لگا دیا جاتا ہے۔ تاکہ اہل خانہ نظر بد سے محفوظ رہیں۔ ایک بجلی گھر کا رسم افتتاح ہوا۔ افتتاح کرنے والے صاحب نے باری باری شیشے کے تین چھوٹے چھوٹے سے گلاسوں میں برانڈی پی کر انہیں فرش پر پٹک کر توڑ دیا۔ یہ اس بات کا ضامن تھا۔ کہ عمارت بلاؤں سے محفوظ رہے گی۔ وہاں میں نے ایک گاؤں میں ایک دوکان کے دروازہ پر پیاز بھی لٹکا ہوا دیکھا۔ جس کا بھی کچھ ایسا ہی مقصد تھا جب ایک جگہ میرا کورس ختم ہوا۔ تو وہاں کے دوستوں نے الوداع کے موقعہ پر مجھے ایک نہایت ہی بدصورت اور

ہنسی خیز قسم کی گڑیا پیش کی جو اس بات کی ضامن تھی کہ میں باوجود ہزاروں میل دور چلے جانے کے ہمیشہ ان کا "وفادار" (مخلص) رہوں گا۔ اور جب میں وہاں سے واپس پاکستان آنے لگا تو دوستوں نے مجھے ایک کالے رنگ کا گڈا دیا۔ جس کے کندھے پر سیڑھی پڑی ہوئی تھی۔ دراصل وہ چمنیاں صاف کرنے والا گڈا تھا۔ اس کا مقصد وہی تھا جو ہمارے ہاں کے "امام ضامن کے روپیہ" کا ہوتا ہے۔ کہ سفر آرام سے کٹ جاتے۔ کتنی عجب بات ہے کہ وہ گڈا مجھ سے لندن میں گم ہو گیا۔ اور چند دنوں کے بعد جب میں روانہ ہوا۔ تو معلوم ہوا کہ جو سامان میں نے جرمنی سے براہ راست ساؤتھمپٹن بندرگاہ بھیجا تھا وہ گم ہو گیا ہے مجھے جہاز پکڑنا ضروری تھا چنانچہ میں تو چلا آیا۔ اور کافی خط و کتابت کے بعد وہ سامان مجھے کوئی سال بھر بعد مل سکا۔ اور اس پر کتنا ہی زائد خرچ ہو گیا۔

اور آپ نے یہ تو سُنا ہو گا کہ روم میں ایک فوارہ ہے۔ راہی لوگ اس میں سکے پھینک کر اس بات کی ضمانت لے لیتے ہیں۔ کہ قسمت انہیں دوبارہ روم لے آئے گی۔ چنانچہ جب میں جرمنی سے چلنے لگا۔ تو مجھے دوستوں نے ایک مالٹا دیا کہ جونہی گاڑی جرمنی کی سرزمین کو چھوڑ کر فرانس کی حدود میں داخل ہو رہی ہو میں اسے کھاؤں تو میں ایک بار پھر ضرور جرمنی جاؤنگا میں نے وہ مالٹا ان کی ہدایات کے مطابق کھایا۔ لوگ جو ہوائی کے جزیروں کو چھوڑتے وقت سمندر میں ہار پھینک کر اپنی اس خواہش کا اظہار کرتے ہیں کہ وہ دوبارہ وہاں جانیکی تمنا رکھتے ہیں۔ تو کیا آپکے خیال میں میں بھی جرمنی جانے کی تمنا کا اظہار کر رہا ہوں جی میں شگون پرست بالکل نہیں ہوں لیکن چمنیاں صاف کرنے والے گڈے کی مثال آپکے سامنے ہے۔

مجالس خدام الاحمدیہ بجٹ آمد سال ۵۶-۵۷ء

جملہ مجالس خدام الاحمدیہ کو مرکز سے جولائی ۱۹۵۶ء میں بجٹ فارم برائے سال ۵۶-۵۷ء بھجوائے گئے تھے۔ مگر ابھی تک اکثر مجالس کی طرف سے پُر ہو کر مرکز میں واپس نہیں آئے۔ جس کی وجہ سے مرکز ان کی رفتار آمد ماہانہ کا اندازہ نہیں کر سکتا اس لئے جن مجالس کی طرف سے بجٹ فارم نہیں آئے ان کو چاہیئے کہ وہ مندرجہ ذیل شرح کے مطابق بجٹ فارم برائے سال ۵۶-۵۷ء تیار کر کے مرکز میں بھجوائیں۔

۱۔ چندہ مجلس۔ ہر برسر روزگار خدام سے ماہوار آمد پر ایک پائی فی روپیہ
کالج کے طلبہ سے ۴ر ماہوار
ہائی کلاسز ۲ر "
مڈل کلاسز ۱ر "
پرائمری " "

۲۔ سالانہ اجتماع۔ ہر خادم کم از کم ایک روپیہ ادا کریگا۔ لیکن ۷۵ روپے سے زائد آمد رکھنے والے خدام کے لئے حسب ذیل شرح ہو گی۔
۷۶ روپے سے ۱۵۰ روپے تک ماہوار آمد رکھنے والے خدام سے ۱½ روپیہ
۱۵۱ سے ۲۰۰ " " ۲ روپیہ
۲۰۰ سے زائد آمد رکھنے والے خدام سے ہر سو یا سو کی کسر پر ایک روپیہ مزید

نوٹ۔ صدر کو اختیار ہو گا۔ کہ قائد کی سفارش پر غیر مستطیع خدام کو یہ [illegible]

۳۔ تعمیر دفتر مرکزیہ۔ ہر خادم کے لئے ایک سال کے چندہ کا تین گنا ہو گا۔
۴۔ خدمت خلق۔ ہر خادم کو ایک آنہ ماہوار ادا کرنا ہو گا۔
۵۔ ریزرو فنڈ۔

محمد رفیق
مہتمم مال مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

محمد اجمل شاہد

امام مہدیؑ اور مولانا مودودی

چودھویں صدی کی ابتدا تک امام مہدی علیہ السلام کی آمد کا مسئلہ تقریباً تمام مسلمانوں کے نزدیک ایک مسلمہ تھا۔ اور وہ اس کا بڑی شدت کے ساتھ انتظار کر رہے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ احادیث میں ایک موعود شخص کی آمد کا ذکر نہایت وضاحت سے تھا۔ اور امتِ مسلمہ میں پیدا ہونے والے اولیاء کرام اور مجددین عظام نے اس خبر کی تصدیق کی تھی۔ بلکہ اس سلسلہ میں خدا تعالیٰ سے خبر پا کر مزید علامات بھی منکشف کی تھیں۔ امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کا وقت چودھویں صدی کی ابتداء تھی۔ اور اسی وقت مسلمان اس کی آمد کے منتظر تھے۔ لیکن ربع صدی گذرنے کے بعد پھر یہ ہیجان ختم ہو گیا۔ اور اب پون صدی گذرنے کے بعد یہ حالت ہے۔ کہ خال خال ہی کوئی شخص امام مہدی علیہ السلام کی آمد کا تذکرہ کرتا ہے۔ اس کی وجہ غالباً وہی ہے۔ کہ جو مہر موعود کے انکار کے بعد پیدا ہو جاتی ہے۔ کہ دنیا مایوسی و ناامیدی کی جانکاہیوں میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی مشیت کے ظہور کے بعد کسی اور وجود کا ظاہر ہونا ناممکن ہے۔ اسی قسم کی حالت آجکل امتِ مسلمہ پر طاری ہے۔ اور اب اکثر ایسے لوگ پیدا ہو گئے ہیں۔ کہ جنہوں نے امام مہدی کی آمد کا انکار کر دیا ہے۔ اور سرے سے ہی اس مسئلہ کو ختم کر دیا ہے۔ لیکن اس کے مقابل یہ ایک ایسا گروہ پیدا ہوا ہے کہ جسے امام مہدی کے متعلق کثیر احادیث اور مسلمانوں کے عام عقیدہ سے انکار کی جرأت تو نہیں ہوئی۔ البتہ انہوں نے اس کی ایک ایسی عقلی اور خیالی تصویر کھینچی ہے۔ کہ جو اس کے وجود سے دلچسپی اور اس کے انتظار کو ختم کرنے کے لئے کافی ہے۔ اور یہ فرقہ جماعت اسلامی ہے۔

مولینا مودودی صاحب نے اپنی کتاب "تجدید احیائے دین" میں امام مہدی کا ذکر مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا ہے۔

"میرا اندازہ یہ ہے کہ آنے والا اپنے زمانہ میں بالکل جدید ترین طرز کا لیڈر ہو گا وقت کے تمام علومِ جدیدہ پر اس کو مجتہدانہ بصیرت حاصل ہو گی۔ زندگی کے سارے مسائل مہم کو وہ خوب سمجھتا ہو گا۔ عقلی و ذہنی سیاست سیاسی تدبر اور جنگی مہارت کے اعتبار سے وہ تمام دنیا پر اپنا سکہ جما دیگا۔ اور اپنے عہد کے تمام جدیدوں سے بڑھ کر جدید ہو گا۔۔۔۔۔ نہیں یہ توقع رکھتا ہوں کہ وہ اپنے مہدی ہونے کا اعلان کرے گا۔ بلکہ شاید اسے خود بھی اپنے مہدی موعود ہونے کی خبر نہ ہو گی۔" (تجدید احیائے دین صفحہ ۵۵-۵۶)

جماعت اسلامی کے سربراہ مولانا مودودی صاحب جب اس سال کے شروع میں الیشیا پاکستان کے دورہ پر آئے۔ تو راقم الحروف نے ان سے دیگر ضروری مسائل پر گفتگو کرنے کے علاوہ امام مہدی علیہ السلام کے بارہ میں دریافت کیا۔ کہ انہوں نے قرآن و حدیث سے اس مسئلہ کی وضاحت کرنے کی بجائے اسے کیوں اپنے خیالی تصور کے مطابق پیش کیا۔ کیونکہ اگر اس طرح ہر شخص اسلامی مسائل کو صرف ذہنی تخیل کے لبادہ میں پیش کرے

تو ان کی کیا حقیقت باقی رہ جاتی ہے۔ تو اس پر مولانا صاحب
نے کہا کہ امام مہدی کی آمد کا مسئلہ ایسا نہیں کہ جو اسلام
کے بنیادی مسائل میں سے ہو۔ اور یا جس کو جاننا اور ماننا
ضروری ہو۔ اس پر میں نے جب دوبارہ یہ کہا۔ کہ اگر اس
مسئلہ کے متعلق قرآن وحدیث سے کچھ وضاحت نہیں
ہوتی تو پھر انہوں نے خود کیوں ایک خیالی وجود کے نقشہ
کو پیش کیا۔ نیز اگر اس کا ماننا یا نہ ماننا برابر ہے۔ تو پھر
ایسے وجود سے ایک مسلمان کے لئے کیا دلچسپی باقی رہ جاتی
ہے۔ تو اس پر مولانا نے کہا۔ کہ انہوں نے امام مہدی کے
متعلق صرف اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ جس سے
انہیں کوئی روک نہیں سکتا۔ اور نہ وہ کسی کو اس کے متعلق
اظہار خیال سے روک سکتے ہیں۔ باقی احادیث میں ایک شخص
کی آمد کے متعلق معلوم ہوتا ہے۔ لیکن احادیث میں کثرت
اختلاف کی وجہ سے کسی خاص بات کو متعین نہیں کیا جا سکتا
بس یہ ایک خبر ہے جو کسی وقت پوری ہو سکتی ہے۔ میں
نے اپنے ذہنی قیاسات سے اسے کسی قدر واضح کرنے
کی کوشش کی ہے۔ جب میں نے یہ کہا کہ جب مسلمانوں کو
امام مہدی کے متعلق معلوم ہی نہ ہوگا۔ تو پھر ایسی پیشگوئی
کا کیا فائدہ باقی رہ جاتا ہے۔ اس پر مولانا نے کہا کہ
رسول کریم صلعم کی بہت سی ایسی خبریں تھیں۔ کہ جن کا
لوگوں کو علم نہیں ہوا۔ تو اگر اس کا بھی علم نہ ہو تو کیا فرق
پڑتا ہے۔ اس کے بعد مولانا صاحب نے قلت وقت کی
وجہ سے گفتگو کو پھر کسی موقعہ پر ملتوی کر رکھنے کیلئے کہا۔

مندرجہ بالا گفتگو جس کا خلاصہ میں نے اپنے الفاظ
میں بیان کیا ہے سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ مولانا مودودی
صاحب کے نزدیک امام مہدی علیہ السلام کی آمد کا مسئلہ
بالکل معمولی ہے۔ اور اس کا ذکر صرف احادیث میں
ایک خبر کے طور پر پایا جاتا ہے۔ اور پھر چونکہ احادیث میں
اس بارہ میں قدرے اختلاف تھا۔ تو اس وجہ سے مولانا صاحب
نے ان سب کو بالائے طاق رکھ کر خود اپنی غرض سے
اس پر اپنا "عقلی رنگ" جمایا اور اس کی ایک ایسی تصویر
پیش کی جو کہ ایک دنیوی لیڈر کی تو ہو سکتی ہے۔ مگر روحانی
دنیا سے اس کو دور کا بھی واسطہ نہیں۔ مولانا کے نزدیک
امام مہدی خدائی الہامات اور وحی والہام کی برکت سے
یکسر محروم ہوگا۔ اور اس سلسلہ میں اسے کسی ایسی چلہ
کشی اور ریاضت کی ضرورت نہ ہوگی۔ جو کہ انبیاء اور
اولیاء کا خاصہ ہے۔ نیز نہ وہ خود مہدی ہونے کا دعویٰ
کریگا۔ اور نہ ہی لوگ بعض علامات سے اسے شناخت کر
سکیں گے۔ البتہ اس کی وفات کے بعد لوگ اس کے کام
کو دیکھ کر اُسے "مہدی" کا درجہ دے دینگے۔ اس کا کام
صرف یہ ہوگا۔ کہ وہ ایک زبردست "اسلامی سٹیٹ"
قائم کر دے گا۔ پھر اس کے ظہور کا بھی کوئی خاص زمانہ
نہیں بلکہ ہو سکتا ہے۔ کہ وہ آج پیدا ہو جائے۔ اور
خواہ ہزاروں سال کی گردش کے بعد پیدا ہو۔
(تجدید واحیائے دین صفحہ ۳۴)

امام مہدی کے متعلق مولانا مودودی صاحب کے
پیش کردہ تصور سے صرف ان تکوینی خیالات کی عکاسی
ہوتی ہے۔ کہ جو ان کے دل ودماغ پر چھائے ہوئے
ہیں۔ ورنہ یہ حقیقت ہے۔ کہ اس تصور کا اس "مہدی"
سے کچھ سروکار نہیں کہ جس کا ذکر احادیث میں آتا ہے
اور جس کے متعلق بزرگان امت نے خدا تعالیٰ سے خبر
پاکر اطلاع دی۔ دراصل مولانا صاحب نے عام مسلمانوں
کے عقیدہ کی بنا پر امام مہدی کی آمد کا قطعی طور پر انکار
تو نہیں کیا۔ البتہ اس کی ایک ایسی مسخ شدہ صورت
پیش کردی کہ جو یا تو وہ خود ان پر منطبق ہو جائے۔ اور
یا مسلمانوں کی توجہ اس طرف سے بالکل ہٹ جائے کیونکہ
ایسا وجود کہ جس کے ظہور کا کوئی خاص زمانہ مقرر نہیں اور
پھر لوگوں کو اس کی آمد کا بھی علم نہیں ہوگا۔ اور پھر اس

کے ذریعہ سے کوئی روحانی انقلاب بھی برپا نہیں ہوگا۔ اس سے کسی مسلمان کو کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ یہ وہ دو دھاری زہریلی تلوار ہے۔ جو مودودی صاحب نے مسلمانوں کے سینہ میں پیوست کرنے کی کوشش کی ہے۔

جیسا کہ خود مولانا صاحب نے تسلیم کیا ہے۔ کہ یہ ان کا "عقلی تصور" ہے۔ اور اس کا احادیث اور صلحاء امت کے اس تصور سے کچھ تعلق نہیں۔ جو بجائے "عقل" کے "وحی لو الہام" کے ذریعہ سے پیش کیا گیا ہے۔ دراصل ان تمام پر خطِ تنسیخ کھینچنے کی وہی وجہ ہے۔ جو ہم نے اوپر پیش کی ہے۔ ورنہ اگر احادیث صحیحہ اور بزرگانِ امت کے اقوال کی روشنی میں امام مہدی کی صحیح اور دلکش تصویر کو دیکھا جائے تو وہ نہایت عظیم الشان ہے۔ اور مندرجہ ذیل چند اجمالی باتوں سے اس کا کچھ اندازہ ہو سکیگا۔

۱۔ امام مہدی اپنے اندر عیسوی رنگ ہی رکھتا ہوگا گویا وہ جہاں ایک طرف مسلمانوں کی غلطیوں کی اصلاح کر کے اسلام کو صحیح رنگ میں ان کے سامنے پیش کریگا۔ وہ دوسری طرف اسلام کو دجالی اور یاجوجی ماجوجی حملوں سے بھی محفوظ کرے گا۔ چنانچہ فرمایا۔

ولا المھدی الّا عیسٰی ابن مریم۔

(ابن ماجہ باب شدۃ الزمان)

۲۔ اس کے ظہور کے قبل کے متعلق بھی احادیث میں کثرت سے خبریں جو امام مہدی کی شناخت میں ممد ثابت ہوں گی۔ سورج وچاند کو گرہن ہوگا فرمایا

اِنّ لمھدینا اٰیتین لم تکونا منذ خلق السمٰوات والارض (دارقطنی) اس کی آمد سے قبل مسلمانوں کی عملی حالت بہت خراب ہوگی۔ اور فرمایا۔ ظھر الفساد فی البرّ والبحر کا نمونہ ہوگی۔

۳۔ امام مہدی نبوت کے مقام پر فائز ہوگا۔ یعنی وہ مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہوگا۔ چنانچہ حضرت نواس بن سمعان کی روایت میں آتا ہے۔

" اوحی اللہ تعالٰے الی عیسٰی انی قد

اخرجت عباداً لی لا یدان لاحدٍ

بقتالھم فحرز عبادی الی الطور۔

(مسلم جلد ۲ باب ذکر الدجال)

پھر اسی حدیث میں اسے نبی کہا گیا ہے۔ فیرغب نبی اللہ عیسٰی واصحابہ پھر مشکوۃ کتاب الفتن میں ایک لمبی حدیث ہے۔ جس میں رسول کریم صلعم نے بتایا کہ مسلمانوں سے خلافت کے خاتمہ کے بعد ملوکیت آجائے گی۔ اور پھر خلافت علیٰ منھاج النبوۃ قائم ہوگی۔ چنانچہ اس سے مراد علماء نے امام مہدی کا زمانہ مراد لیا ہے۔ پھر یہ نبوت تشریعی نہ ہو گی۔ بلکہ جیسا کہ ابن عربی مولینا علی قاسم صاحب نانوتوی اور مولینا صدیق حسنی نے اپنی کتب میں لکھا ہے۔ اس کی نبوت غیر تشریعی ہوگی۔ یعنی رسول کریمؐ کے تابع ہوگی۔

۴۔ وہ فارسی النسل ہوگا۔ جیسا کہ بخاری میں آتا ہے پھر اس کا حلیہ بھی بخاری کتاب الفتن میں بیان ہے یعنی اس کا رنگ گندم گوں ہوگا۔ پیشانی فراخ اور چمکدار ہوگی۔ ناک بلند اور بال سیدھے ہوں گے وہ توام پیدا ہوگا۔ جیسا کہ ابن عربیؒ نے فصوص الحکم میں تحریر کیا ہے۔ اس کی اولاد بھی ہوگی۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے۔ یتزوّج و یُولد لہ' اور اس کی اولاد میں سے اس کا فرزند محمود نامی ہو گا۔ جو اس کا جانشین ہوگا۔

(اربعین فی احوال المہدیین)

۵۔ اس کا زمانہ چودھویں صدی ہے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے۔ الاٰیات بعد المائتین۔

(مشکوۃ مجتبائی صـ۴۷۱)

اس سے مراد ہے مائتین بعد الالف یعنی امام مہدی

کا زمانہ بارھویں صدی کے بعد ہے۔ (حاشیہ مشکوٰۃ)
نیز شاہ نعمت اللہ ولی۔ اور یحییٰ بن عقب اور نواب
صدیق حسن نے اس کا زمانہ یہی قرار دیا ہے۔

یہ پانچ موٹی موٹی باتیں ہیں۔ جو ہم نے صرف اختصار
کی غرض سے لکھی ہیں۔ ورنہ اس قسم کی بیسیوں علامات کا
ذکر احادیث اور علماءِ اُمت کی کتابوں اور صلحاء و بزرگانِ
اسلام کی پیشگوئیوں میں موجود ہے۔ (تفصیلی مطالعہ کے
لئے دعوۃ الامیر اور تبلیغ ہدایت کو دیکھنا چاہیئے) آخر وہ
کونسی بات ہے۔ کہ جو مولانا مودودی صاحب کو اس بات
پر مجبور کرتی ہے۔ کہ وہ ان تمام حقائق کو یکسر حرفِ غلط کی طرح
مٹا دیں۔ اور اپنا ایک تخیلاتی ڈھانچہ ہمارے سامنے پیش
کر دیں۔ دراصل بات یہ ہے۔ کہ اگر ان تمام باتوں کو صحیح
تسلیم کیا جائے۔ تو پھر ساتھ ہی حضرت امام مہدی علیہ السلام
مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی صداقت کا بھی اقرار کرنا
پڑتا ہے۔ کہ جن میں یہ اہم علامات بدرجہ اتم پوری ہو چکی
ہیں۔ اور جنہوں نے اس زمانہ میں دعویٰ فرمایا۔

آخر میں ہماری جماعت اسلامی سے یہ اپیل ہے
کہ وہ مولینا مودودی صاحب کے اس طریق کار پر نظرِ ثانی فرمائیں
اور بجائے رسول کریم صلعم کے اقوال اور امت کے
بزرگان کو جھوٹا قرار دینے کے ان کی پیش کردہ پیشگوئیوں
پر غور فرمائیں۔ اور دیکھیں کہ آخر ایک جھوٹ بات پر کس طرح
تمام امت کا اجماع ہو سکتا ہے۔ اور پھر عجیب بات یہ ہے
کہ یہ تمام باتیں ایک وجود میں بدرجہ اتم پوری بھی ہو چکی ہیں
انصاف کا تقاضا یہی ہے۔ کہ اگر یہ بات درست معلوم ہو تو
پھر ذاتی توہمات کو قربان کر کے بھی اسے جلد قبول کیا جائے۔

رشید احمد ۔ بی ۔ ایس سی ۔ بی ۔ ٹی

بچوں کی نفسیات اور والدین

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے

مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ اِلَّا یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَۃِ فَاَبَوَاہُ یُهَوِّدَانِہٖ اَوْ یُنَصِّرَانِہٖ اَوْ یُمَجِّسَانِہٖ (بخاری و مسلم) یعنی ہر بچہ فطرتِ صحیحہ پر پیدا ہوتا ہے اس کے ماں باپ ہی اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بناتے ہیں۔ اس طرح کہ بچہ ماں باپ کے اعمال کی نقل کر کے وہی کچھ بن جاتا ہے۔ جو اس کے ماں باپ ہوتے ہیں ۔ اگر والدین خود نیک اعمال بجالاتے ہوں ۔ اور اپنے بچوں کی بچپن ہی میں نیک تربیت کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ بڑے ہو کر سوسائٹی کے لئے مفید وجود نہ بنیں ۔ بچہ چھوٹی عمر ہی سے بعض عادات کو اپنانا شروع کر دیتا ہے تسلسل اور تواتر سے یہ عادات پختہ ہوتی چلی جاتی ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ والدین شروع ہی سے بچے کی صحیح تربیت کریں تاکہ وہ کسی بری عادت کو نہ اپنا لے ۔ بری عادتیں شروع شروع میں تو دور ہو سکتی ہیں لیکن بڑے ہونے پر ان کو دور کرنا بہت مشکل ہے ۔ اور اگر ان عادات کی مناسب روک تھام نہ کی جائے تو وہ شخص ملک اور قوم کے لئے خطرہ بن جاتا ہے ۔

بچے کی قابلِ اعتراض عادات بالعموم والدین کی غفلت اور لاپرواہی ہی کا نتیجہ ہوتی ہیں ۔ اس لئے والدین کو بچوں کی نفسیات کے ابتدائی اصولوں سے ضرور باخبر ہونا چاہیئے ۔ تاکہ وہ ان کے ذہنی تقاضوں کو پورا کر کے ان کی مناسب نشوونما میں مدد دیں ۔ اچھی تربیت کے لئے بچے کے احساسات اور فطری رجحانات کو سمجھنا بہت ضروری ہے ۔ بچہ محبت، شفقت ، حوصلہ افزائی اور اپنے جذبات کی تکمیل چاہتا ہے ۔ وہ جذبات کا پتلا ہوتا ہے ۔ اگر ان کی صحیح قدر اور مناسب حوصلہ افزائی نہ کی جائے تو وہ ایسی حرکات کا مرتکب ہو جاتا ہے جو باعث تکلیف ہوتی ہیں بعض والدین کی یہ عادت ہوتی ہے ۔ کہ وہ اپنے بچوں کے سوالات پر جھنجلا اٹھتے ہیں ۔ اور موقعہ بے موقعہ انہیں ٹوکتے رہتے ہیں ۔ وہ چاہتے ہیں کہ بچہ اس طرح آداب سیکھ لے لیکن ایسا کرنا سخت غلطی ہے ۔ ایسے آداب وہ بڑوں کی نقل سے بہت آسانی سے سیکھ سکتا ہے ۔ اس لئے خواہ مخواہ ہر بات پر ٹوکنا نہیں چاہیئے تجسس اس کی ایک اہم جبلت ہے وہ فطری طور پر ہر چیز کی حقیقت جاننے کی کوشش کرتا ہے اس لئے ہر چیز کو تعجب کی نگاہوں سے دیکھتا ہے ۔ اور سوالوں کی بوچھاڑ کر دیتا ہے تجسس کے باعث ہی سائنس کی بڑی بڑی ایجادات ہوئی ہیں ۔ اگر بچے کی اس جبلت کو پنپنے دیا جائے تو زندگی کے ہر شعبہ میں وہ اپنی قوتِ فکر کو استعمال کر کے انسانیت کے لئے مفید راہیں تلاش کر سکتا ہے لیکن اگر اس کی اس جبلت کی صحیح طور پر تسکین نہ کی جائے ۔ اور اسے سوالات کرنے سے سختی سے منع کر دیا جائے تو اس کے جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہے ۔ اور وہ کئی ذہنی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے ۔ اسلئے چاہیئے کہ بچوں کے سوالوں کو نہایت ہمدردانہ طریقے سے سنا جائے اور ان کا مناسب جواب دیا جائے ۔ جہاں حوصلہ افزائی

کی ضرورت ہو۔ حوصلہ افزائی کی جائے۔ جہاں روکنے کی ضرورت ہو نرمی اور پیار سے روکا جائے۔ اور جہاں نصیحت کی ضرورت ہو وہاں صحیح نصیحت کی جائے۔ جو بچہ والدین کی محبت اور شفقت سے محروم رہا ہو وہ غلط رجحانات کی طرف جلدی مائل ہو جاتا ہے۔ عموماً دیکھا گیا ہے کہ والدین کو اپنے بچوں میں سے چھوٹے بچے سے زیادہ پیار ہوتا ہے جب والدین بڑے بچے کی موجودگی میں اس سے زیادہ رغبت کا اظہار کرتے ہیں۔ تو بڑے بچے کے دل میں نفرت اور حسد کا جذبہ پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اور وہ اس بچے کو جو والدین کا زیادہ منظور نظر ہوتا ہے ستانا شروع کر دیتا ہے۔ سو والدین کو چاہیئے۔ کہ وہ کسی بچے کو یہ محسوس نہ ہونے دیں کہ اس کے ساتھ دوسروں جیسا سلوک نہیں کیا جا رہا۔ بعض دفعہ اس کا نتیجہ یہ بھی ہوتا ہے۔ کہ وہ بچہ جو والدین کی محبت سے محروم رہتا ہے۔ گلی کوچوں کے آوارہ لڑکوں کی طرف رُخ کرتا ہے۔ اور انہیں اپنا دوست بنا لیتا ہے۔

اسی طرح ایسے میاں بیوی جن کی ازدواجی زندگی تلخ رہی ہو۔ ان کے بچے بھی مختلف قسم کے ذہنی امراض کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اور ان کا میلان طبع جرائم اور آوارگی کی طرف بڑھ جاتا ہے۔

گروہ پسندی بچوں کی فطرت میں داخل ہے۔ جب بچے کی عمر دس بارہ سال کی ہوتی ہے۔ تو اس کی شدید خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنے ہم عمر بچوں کے ساتھ کھیلے سو اس عمر میں بچے اکثر اپنی پسند کی مختلف ٹولیوں میں گلی کوچوں میں کھیلتے پھرتے ہیں۔ چونکہ ہمارے ملک میں بچوں کے کھیلنے کی جگہیں تقریباً مفقود ہیں۔ اس لئے بچے گندی نالیوں، بدروؤں اور کوڑے کرکٹ کے ڈھیروں پر ہی اپنا شوق پورا کرتے ہیں۔ اور چونکہ ظاہر کا اثر باطن پر بھی ہوتا ہے۔ اس لئے ایسے بچے کبھی بھی اچھی عادات و صفات کے حامل نہیں ہو سکتے۔ والدین پر یہ فرض عائد ہوتا ہے۔ کہ وہ ان کے فالتو اوقات کے صحیح استعمال کا بندوبست کریں اور نگرانی کریں۔ تاکہ بچے غیر مہذب نہ بنیں۔ اور گندے ماحول سے بچے رہیں۔ اور اس طرح شرارتی اور آوارہ مزاج لڑکوں کی ترغیب و تحریص سے متاثر نہ ہوں۔ کیونکہ آوارگی نہ صرف بذات خود ایک برائی ہے۔ بلکہ اس سے دیگر کئی برائیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کا ارشاد ہے۔

"آوارگی بچپن میں ہی پیدا ہوتی ہے
اور یہ سب بیماریوں کی جڑھ ہوتی ہے
اس کی بڑی ذمہ واری والدین اور استادوں
پر ہوتی ہے" (الفضل ۱۱ مارچ ۱۹۳۹ء)

پس بچے کو جس طرح بھی ہو سکے آوارہ ہونے سے بچانا چاہیئے۔

بعض بچے سکول سے بھاگ جانے کے عادی ہوتے ہیں۔ اور اس طرح گلی کوچوں میں آوارہ پھرتے رہتے ہیں۔ اس عادت کو چھڑانے کے لئے بھی گہرے نفسیاتی مطالعے کی ضرورت ہے۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ ایسے بچوں کو اگر مارا جائے تو وہ سکول سے کلی طور پر نفرت کرنے لگتے ہیں۔ اور اس طرح اپنی زندگی تباہ کر لیتے ہیں۔

سکول سے بھاگنے کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں اس لئے والدین کو چاہیئے کہ وہ کسی قسم کی کارروائی کرنے سے پہلے اس وجہ کو تلاش کریں جو بچہ کے آوارہ ہونے کا موجب ہوئی۔ ہو سکتا ہے۔ کہ بچہ خرابی صحت کی بناء پر ایسا کرتا ہو یا استاد کی بیجا سختی کا ڈر اس کی وجہ بن گیا ہو بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے۔ جب بچے کو نیا نیا سکول میں داخل کروایا جاتا ہے۔ تو وہ اجنبی فضا سے اکتا جاتا ہے۔ ۲۲ دلے

گھریلو ماحول جس سے وہ ہم آہنگ ہوتا ہے چھوڑنے سے گھبراتا ہے۔ اس لئے اس کا دل سکول میں نہیں لگتا۔ اور وہ گھر بھاگ آتا ہے۔ سو جس قدر جلد ہو سکے ایسے بچوں کے لئے مناسب علاج تجویز کر کے انہیں آوارگی سے بچانا چاہیئے۔

بعض بچے بات بات پر بگڑنے کے عادی ہوتے ہیں۔ اور اگر ذرا مرضی کے خلاف بات ہو جائے تو وہ روٹھ جاتے ہیں۔ اور ضد کرتے ہیں۔ نفسیات کے علم سے ناواقف والدین انہیں مارتے اور دھمکاتے ہیں جس سے ان پر الٹا اثر پڑتا ہے۔ ایسے موقعوں پر تادیبی کارروائی عموماً ضرر رساں ثابت ہوتی ہے۔ اس قسم کے بچوں کا علاج یہ ہے کہ انہیں کسی کام کے لئے مجبور نہ کیا جائے۔ جب تک کہ اس مرض کا دورہ ختم نہ ہو جائے۔ ایسے بچے ذہنی مریض ہوتے ہیں۔ اور جس طرح ایک ایسے شخص کو جس کو بخار ہو مار پیٹ سے درست نہیں کیا جاتا۔ اسی طرح ذہنی مریض کو بھی مار پیٹ کچھ فائدہ نہیں دے سکتی۔ لہٰذا بہتر ہے کہ ایسے بچوں کے لئے کوئی ایسی راہ ڈھونڈی جائے جس سے ان کا ذہن کسی دوسری طرف مائل ہو جائے۔ اگر غصیلے اور ضدی بچوں کو کھیلوں سکاؤٹنگ اور دیگر ایسے کاموں کی طرف مائل کر دیا جائے تو خاطر خواہ فائدہ ہو سکتا ہے۔

بچے کی تربیت کے لئے مندرجہ ذیل باتوں کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے۔

اوّل۔ بچے کے سامنے جھوٹ بالکل نہ بولا جائے کیونکہ بچہ نقال ہوتا ہے۔ وہ جو دیکھتا اور سنتا ہے وہی کچھ سیکھ لیتا ہے۔ عام طور پر مائیں کسی کام کو کرنے کے بعد پوچھنے پر انکار کر دیتی ہیں۔ بچہ جب ماں کو جھوٹ بولتے ہوئے دیکھتا ہے۔ تو وہ بھی جھوٹ بولنا شروع کر دیتا ہے۔

دوم۔ بچوں کو ڈراؤنی کہانیاں نہیں سنانی چاہیئں کیونکہ ان کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ بڑے ہو کر بزدل نکلتے ہیں۔ والدین کو چاہیئے کہ انہیں بہادری کے قصے سنائیں تاکہ وہ بڑے ہو کر بہادر اور نڈر بن سکیں۔ اسلامی تاریخ سے ایسے متعدد واقعات مل سکتے ہیں۔ اسی طرح بچوں کے اخلاق بھی سدھر جاتے ہیں۔ اور وہ اپنے اسلاف کی تاریخ سے بھی کما حقہ واقف ہو جاتا ہے۔

کوئی قوم اس وقت تک اپنے اندر نیک اخلاق پیدا نہیں کر سکتی۔ جب تک وہ آئندہ نسل میں ایسے اخلاق پیدا کرنے کی کوشش نہیں کرتی۔ سو اگر ہم بچوں کو سچائی اور دیانت وغیرہ اخلاق کا گرویدہ بنا دیا جائے تو ساری کی ساری قوم سدھر سکتی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز سچ اور دیانت کے متعلق اپنی جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"اگر تم ان دو اخلاق کو جماعت کے اندر پیدا کرنے میں کامیاب ہو جاؤ تو تم جماعت کی اتنی بڑی خدمت کروگے کہ اس کی قیمت کوئی انسان نہیں لگا سکتا صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی۔ ۔۔۔۔۔۔ اس خدمت کا اندازہ لگا سکتی اور تمہیں بڑے سے بڑا بدلہ دے سکتی ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۷ فروری ۱۹۳۹ء)

(مجلس انصار سلطان القلم لاہور میں پڑھا گیا)
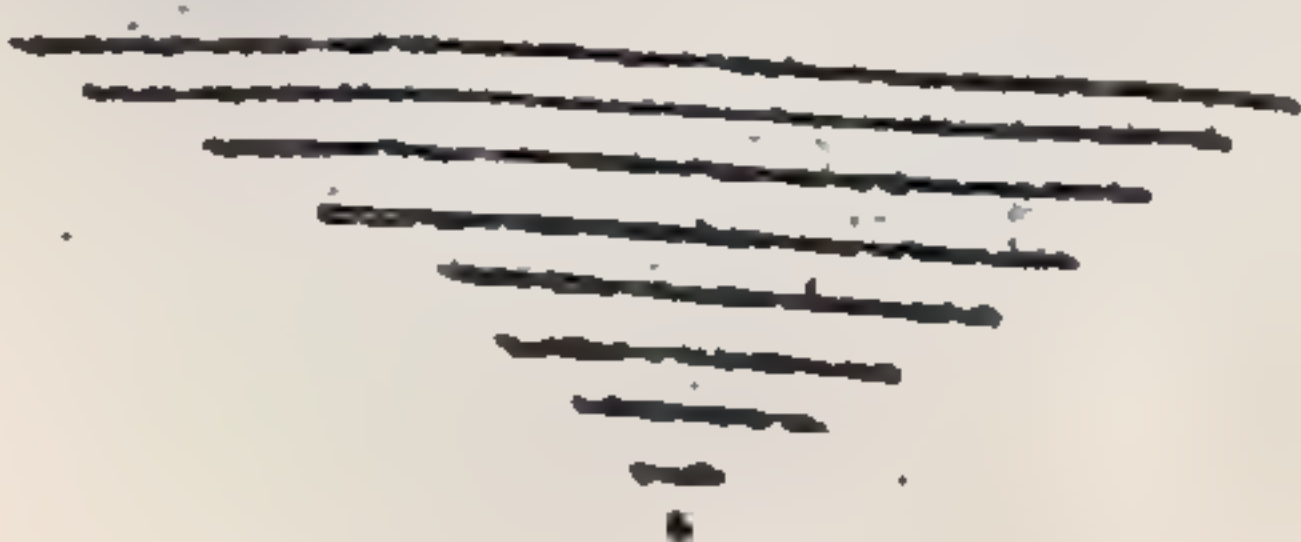
جو بادہ کش تھے پرانے وہ اُٹھتے جاتے ہیں

کچھ عرصہ سے صحابہ کرام حضرت مسیح موعود علیہ السلام جنکے سینوں میں تجلیاتِ الٰہی کی شمعیں روشن تھیں آہستہ آہستہ اپنے مولائے حقیقی کے پاس جا رہے ہیں۔ اِنہی جذبات سے متاثر ہو کر یہ اشعار پیش کئے جا رہے ہیں ——— (عبد السلام اختر ایم۔ اے)

شبِ کہن کے ستارو! ذرا ٹھہر جاؤ
مسیحِ وقت کے پیارو! ذرا ٹھہر جاؤ
نہیں! ابھی نہ سدھارو! ذرا ٹھہر جاؤ

فضا اُداس ہے بالیدگی نہیں آئی
ابھی اُفق پہ تر و تازگی نہیں آئی
نئی سحر پہ ابھی روشنی نہیں آئی

ابھی تو ذہن و خیالات پر اندھیرا ہے
دل و نگاہ پہ۔ جذبات پر اندھیرا ہے
زمانے بھر کی روایات پر اندھیرا ہے

خدا گواہ! کہ تم سے حیات زندہ ہے
گلوں کا رُوپ۔ چمن کا ثبات زندہ ہے
فقط حیات نہیں کائنات زندہ ہے

تمہیں تو ہو کہ جنہیں آسماں سے پیام آیا
محمدؐ شہِ لولاک کا سلام آیا
"زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا"

دل و نگاہ بھی قربان اُس آستانے پر
سحابِ نور تھا جو دل کے آشیانے پر
نشاں ہیں ثبت ابھی جسکے کل زمانے پر

خلوصِ دل کے طلبگار ہو کے بیٹھے ہو
تجلیوں کے پرستار ہو کے بیٹھے ہو
یہ کس کے جام سے سرشار ہو کے بیٹھے ہو

تمہارا ذکر دوبالا ہوا زمانے میں
وہ نور جس سے اُجالا ہوا زمانے میں
تمہارے نام سے بالا ہوا زمانے میں

کچھ اِس طرح سے گذاری ہے زندگی تم نے
غموں کا دَور بھی دیکھا خوشی خوشی تم نے
فلک سے طلعتِ خورشید چھین لی تم نے

یہ میں نے مانا کہ عالم کو کچھ دوام نہیں
یہاں سکون نہیں ہے یہاں قیام نہیں
خدا کا نام ——— مگر جسکو اختتام نہیں

شبِ کہن کے ستارو! ذرا ٹھہر جاؤ
ابھی ابھی نہ سدھارو! ذرا ٹھہر جاؤ

حفیظ الرحمٰن واحد

اگر درمیان میں ایک بلند پہاڑی نصف چوڑان پر حائل نہ ہوتی - تو خاصا چٹیل میدان ہوتا - تقریباً تین میل لمبا اور ڈیڑھ میل چوڑا - بیچوں بیچ ریل کی پٹڑی سانپ کی مانند گزرتی ہے - لمبائی کی سمت محکمہ رفاہ عامہ کی ایک چکنی چپڑی چمکتی سی سیاہ سڑک - کنارے کنارے - بسوں کو اٹھائے - برابر لاہور سے سرگودہا - اور سرگودہا سے لاہور گزرتی رہتی ہیں - بسوں کی کھڑکیوں میں سے مختلف قسموں کے سر متجسس آنکھیں لئے "سر اور بازو باہر نہ نکالئے" کی حاکمانہ درخواست کے باوجود جھانکتے اور گزر جاتے ہیں -

"کتنی سفید ماتھا ہے - اس مسجد کا !"

"اور مینار بھی خاصے خوبصورت ہیں !!"

"سینتالیس سے پہلے بارہا اس جگہ سے گزرا ہوں صحرا تھا بالکل صحرا ! اب اللہ کی شان مکان ہی مکان نظر آتے ہیں جنگل میں منگل ہو گیا ہے -"

"پیسے کی بات ہے نا جی -"

"پیسا بھی ہو گا - اصل میں تو اتحاد کا پھل ہے بابا" ایک بوڑھے نے تھوڑا سا سر کھڑکی سے نکالتے ہوئے کہا -

"صاحب سر اور بازو اندر رکھو" کنڈکٹر نے اپنی نشست سے ایک بھر اٹھتے ہوئے - بس کی دیواروں پر کندہ عبارت کو دہرایا -

"تو کیا دھڑ اور ٹانگیں باہر نکال دوں" بوڑھے نے سر اندر کرتے ہوئے خفگی کا اظہار کیا -

تمام بس کھکھلاہٹ سے بھر گئی - ڈرائیور بھی مسکرانے لگا - کنڈکٹر اطمینان سے اپنی جگہ پر جم گیا - اور ڈائل کے اندر رفتار کی سوئی پچاس پر تھر تھرانے لگی - پھر دوسری بس آئی اور چلی گئی -

پھر تیسری ------

پھر چوتھی ------

اور نہ جانے کتنی ——————

سب میں یہی کچھ ہوتا رہا - سر باہر نکلتے اور پھر اندر ہو جاتے - بازو عمارتوں کی جانب لہراتے اور پھر کھڑکیوں میں پلٹ جاتے -

ریل سے سفر کرنے والے بھی یہی تبصرہ کرتے گزر جاتے ہیں - یہاں کھڑکی سے "سر اور بازو" نکالنے کی بھی تو پابندی نہیں ہوتی - ہر درجہ کے مسافر خوب کھلتے ہیں - اور گاڑی کے کئی بھولے بھالے تو جانے کب تک جنت دوزخ اور پل صراط کے مخمصوں میں ہی پھنسے رہتے ہیں ——————

—————— بیچارے !

سادہ سا دس ہزار ۱۰۰۰۰ کے شمار کا قصبہ آج سے چند ہی برس پیشتر واقعی ایک صحرا تھا - دھندلکا چھا جانے پر اردگرد کی بستیوں کے لوگ سوائے کسی خاص مجبوری کے اس طرف اکیلے رُخ نہ کرتے - پانی کا نام و نشان نہ تھا انگریزی راج میں اس پھیلے ہوئے قطعہ زمین کا نام "ڈھگیاں" تھا - وہ بھی صرف سرکاری کاغذات میں عام لوگوں کو اس کا کم ہی علم تھا - اور ضرورت بھی کیا تھی ! پورب کی سمت بہنے والے چناب سے پندرہ ۱۵ فٹ بلند اس قطعہ زمین پہ نہ تو پانی چڑھ سکتا تھا - اور نہ ہی کنڈ ال

کامیاب تھا۔ جو کھیتی باڑی ہو سکتی۔ اس لئے لوگوں کو صرف نام ہی نام سے کیا سروکار!! یوں کہتے ہیں۔ کہ عرصہ ہوا۔ کہ ایک ہندو نے اس جگہ کھیتی باڑی کا عزم کیا تھا۔ اس نے حکومت سے زمین حاصل کرنے کی خواہش کی۔ حکومت کے کرتا دھرتا مسکرا دیئے۔ اور ایک ٹکڑا ٹھیکے پر دے دیا۔ اس نے زمین سے پانی کھینچنا چاہا۔ پر زمین نہ مانی۔ آدمی باہمت تھا۔ چھوٹا سا نالہ بنوایا۔ جس میں کسی نہ کسی طرح چناب کا پانی اٹھا کے ڈال دیا۔ کچھ عرصہ بڑی محنت کی۔ روپیہ پانی کی طرح بہایا۔ پر سخت دل زمین نے اس کا پائے استقلال موڑ دیا۔ سنا ہے بیچارے کو بڑا صدمہ ہوا۔ ابھی تک اس نالے کے نشانات موجود ہیں۔ اگر سنگلاخ زمین سے پانی پھوٹتا تو کتنی خوشی ہوتی اس غریب کو۔ زمین تر ہو جاتی اور سبزہ نکالتی۔ درخت لہلہاتے پنچھی چہچہاتے انسان کھچے چلے آتے۔ پانی میں بھی کتنی برکتیں ہیں۔ چار ہزار برس پیشتر جب حضرت اسمٰعیلؑ نے ایک صحرا میں ایڑی ماری۔ تو زمزم کا دھارا پھوٹ نکلا۔ سبزہ لہلہانے لگا قافلے قیام کرنے لگے۔ صحرا نخلستان بن گیا۔ جو مکہ کہلایا اور جہان بھر کا مرکز بنا۔

پر یہاں کون ایڑی مارتا۔ یہاں تو کلر کی ماری زمین پاپڑ ہوئی جاتی تھی۔ ٹخنوں ٹخنوں قدم کھبتا تھا۔ سبزہ کہاں لہلہاتا پنچھی ادھر کیوں آتے۔ ان کے خوبصورت پر خراب ہو جاتے تو!!!

ہندوستان سے ہجرت کے بعد جماعت احمدیہ کے امام نے جب مرکز کے انتخاب کے لئے مغربی پاکستان کے ایک حصے کا طوفانی دورہ کیا۔ تو ادھر سے بھی گذر ہوا۔ آپ نے ہمراہیوں کو رکنے کا اشارہ کیا۔ سنگلاخ زمین پر نگاہ کی۔ اور ڈیرہ ڈالنے کا حکم دے دیا۔ اشارہ کی دیر تھی۔ جانثار کود پڑے۔ شام تک پختہ سڑک کے کنارے خیموں کا ڈھیر لگا تھا —— وہ دن اور آج کا دن وہاں سے پھر کوئی نہیں ہلا۔ دن بھر خیموں اور دیگر ضروری سامان کی

حمل و نقل جاری رہی۔ یہاں تک کہ آفتاب ڈھل گیا۔ اور ماہتاب ابھرنے لگا۔ آسمان پر ننھے ننھے تارے جھلملانے لگے۔ صحرا پر اس وقت سنجیدگی کا عالم طاری تھا۔ چاندنی چھٹکی ہوئی تھی۔ اگرچہ دن بھر سخت گرمی پڑی تھی۔ تاہم غروب آفتاب کے فوراً ہی بعد موسم خاصا ٹھنڈا ہو گیا تھا۔ اگر چند پر عزم نوجوان خیموں کے ڈھیر پہ بیٹھے باتوں میں مصروف نہ ہوتے۔ تو صحرا میں اس وقت ہو کا عالم ہوتا۔

"کتنا اچھا موسم ہے!"

"واقعی دم بھر میں خوشگوار ہو گیا ہے۔ دن میں تو گرمی نے پھونک کے رکھ دیا تھا!"

"گرمی کا کیا ہے۔ اگر اس وقت بھی دن ہی جیسی گرمی رہتی۔ تو بھی کوئی بات نہ تھی۔ یہ تو خوش قسمتی ہے۔ کہ امام نے حکم دیا۔ اور ہمیں تعمیل کی سعادت نصیب ہوئی۔"

"یہ کیوں نہیں کہتے کہ تعمیل کی سعادت بھی نصیب ہوئی! اور خوشگوار موسم بھی پایا!"

مجلس میں باوقار ہنسی کی آواز بلند ہوئی۔ اور کھلا میدان پاکر دور تک پھیل گئی۔

کچھ نوجوان پانی کے لئے چلے گئے۔ اور باقی سامان وغیرہ ٹھیک کرنے لگے۔ نہانے دھونے اور پانی کا معقول انتظام کرنے کے بعد سب نے وضو کیا۔ ایک نوجوان نے خوش الحانی کے ساتھ بلند آواز میں اذان دی۔ تمام صحرا خدائے بزرگ و برتر کی بڑائی سے گونج اٹھا۔ آس پاس کی پہاڑیوں نے بھی تقلید کی۔ پھر سب صف باندھ کر ایک امام کے پیچھے نماز عشاء کے لئے کھڑے ہو گئے۔ سب سجدہ میں گئے۔ تو کلراٹھی زمین ان کی پیشانیوں کے بوجھ برداشت نہ کر سکی۔ اور چیر چیرائی۔ حیرت میں آئی۔ پر یہ مختصر سی جماعت اطمینان سے نماز میں مصروف رہی۔

نماز سے فراغت کے بعد نوجوان خیموں کے بلند ڈھیر پہ ہی سو گئے۔ ٹھنڈ بڑھ گئی تھی۔ اس لئے انہیں کمبل

اوڑھنے پڑے۔

اگلے روز انہوں نے خیمے نصب کئے۔ سامان کو ترتیب کے ساتھ رکھا۔ دوپہر تک چند اور نوجوان بھی پہنچ گئے۔ آنے والوں کا خوشی سے استقبال کیا گیا۔ دوپہر کا کھانا سب نے مل کر کھایا۔ کھانے کے بعد ہڈیاں پرے ایک طرف پھینک دیں۔ دو دو روز تک وہ ہڈیاں اسی طرح کھلے میدان میں پڑی رہیں۔ کوئی جانور یا پرندہ نہ تھا۔ جو ان کو اٹھاتا۔ دو دو روز بعد کہیں سے ایک دو پہاڑی کوے آپہنچے۔ اور اس ضیافت پر بہت خوش ہوئے۔

"اب تو رونق لگ گئی ہے" ایک نوجوان نے مسکرا کر کہا۔

اب سب اس منظر کو دیکھ کر مسکرانے لگے۔

اگلے روز اور لوگ آگئے۔

پھر اور ......

پھر اور ——— اور صحرا میں چھاؤنی سی چھا گئی۔ خیموں کا شہر لگ گیا۔ جوں جوں لوگ بڑھتے پانی کی دقت بھی بڑھتی گئی۔ اگرچہ پہلے ہی روز سے نلکہ لگانے کی کوششیں شروع ہو گئی تھیں۔ مگر تاحال کامیابی نہ ہوئی تھی۔ متواتر سوراخوں سے زمین کا سینہ چھلنی ہو چکا تھا۔ زمین کے اندر سے کبھی کبھی معمولی ریت آنے لگتی۔ جس سے آس بندھ جاتی۔ لیکن پھر سخت مٹی کا سلسلہ شروع ہو جاتا۔ اور بعض اوقات تو مشین ہی پھنس کے رہ جاتی۔ جس سے ساری توجہ مشین کے نکالنے کی طرف ہی پھر جاتی۔

ستمبر ۱۹۴۸ء کی بیسؔ تاریخ تھی۔ جب امام جماعت احمدیہ ربوہ کے افتتاح کے لئے تشریف لائے تھے۔ سائبانوں کی چھاؤں کے نیچے بہت سے لوگ جمع تھے۔ ربوہ کی آبادی کے لئے دعا کی گئی۔ اور سادگی کے ساتھ شہر کا افتتاح ہو گیا۔

اس سادہ سے افتتاح پر زمین بھی مسکرا اٹھی مدتوں کی پیاسی تھی۔ اپنے متعلق دعائیہ کلمات سن کر اس کا دل بھر آیا۔ اور خوشی سے اس کے آنسو بہہ نکلے۔ پر یہ آنسو نمکین تھے۔ یوں آنسو ہوتے بھی تو نمکین ہیں نا۔ جانثار دوڑ پڑے۔ اور اپنے آقا کو اطلاع کی۔ کہ زمین سے نمکین پانی نکلا۔ سب نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ رہائش کے آثار اب صاف نظر آنے لگ گئے تھے۔ اس لئے خیموں کا شہر آہستہ آہستہ کچے گھروندوں میں تبدیل ہو گیا۔ جس روز امام جماعت احمدیہ مستقل رہائش کے لئے لاہور سے ربوہ تشریف لائے اس روز ربوہ کی زمین پر بکروں کی قربانی دی گئی۔ سارا علاقہ دعاؤں سے گونج اٹھا۔ اور ان ہی کچے مکانوں میں سے ایک مکان آپ کا مسکن ہوا۔

خدا کی قدرت جس زمین سے پانی نکالنا۔ جوئے شیر لانا تھا۔ وہاں پانی ہی پانی نظر آنے لگا۔ جس جگہ بھی مشین رکھی۔ زمین نے پانی اگل دیا۔ بہت سی جگہوں پر میٹھا پانی بھی نکلا۔ جسے خصوصاً پینے کے استعمال میں لایا گیا۔

جلد ہی اس صحرا نما علاقہ پر ایک باقاعدہ شہر کا ڈول ڈالا گیا۔ محکمہ تعمیر کے لوگ تین ٹانگوں پر رکھے ہوئے آلات انجینیرنگ کے قیمتی شیشوں میں سے گھورنے لگے۔ تمام علاقہ کا "سروے" کیا گیا۔ کاغذوں پر کاغذ سیاہ ہونے لگے۔ آخر خاصی محنت کے بعد شہر کا ایک نقشہ تیار ہوا۔ نقشہ کی باقاعدہ منظوری کے بعد پختہ اور مستقل عمارات کی تعمیر شروع ہوئی۔ سب سے پہلے خدائے واحد کے ذکر کیلئے ایک وسیع مسجد تعمیر کی گئی۔ جسے "مسجد مبارک" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

بس کے اڈہ پر اترنے کے بعد اگر آپ ربوہ میں داخل ہوں۔ تو سڑک کے دائیں ہاتھ آپ کو ایک نئے رنگ کی عمارت نظر آئے گی۔ یہ "مہمان خانہ" ہے۔ اس جگہ ربوہ میں آنے والے مہمانوں کے لئے قیام و طعام کا بندوبست ہے۔ آگے چلے جائیں۔ تو ایک خاصی بڑی عمارت نظر پڑے گی یہ

"صدر انجمن احمدیہ" کا دفتر ہے اس کے اندر اڑھائی سو سے زیادہ افراد کام کرتے ہیں۔ یہ دفتر پاکستان کی جماعت احمدیہ کے امور سے متعلق ہے۔ لوگوں کے چندہ جات کا مکمل اور تسلی بخش حساب کتاب رکھنا۔ نوجوانوں کا تعلیمی جائزہ لینا۔ بیکاری کا انسداد کرنا۔ چھوٹے چھوٹے جھگڑوں کا بطریق احسن گھر کے اندر ہی فیصلہ کر لینا۔ اور نہ جانے کیا کیا؟ سب کچھ بیان کرنے کے لئے ڈھیر سارا وقت چاہیئے۔ اس دفتر کے اندر مذہبی کتب کی اشاعت کا بھی ایک محکمہ ہے۔ جو کہ اصل میں ایک کمپنی ہے۔ جس میں جماعت کے افراد کے بھی حصص ہیں۔ یہ کمپنی "الشرکۃ الاسلامیۃ" کہلاتی ہے۔

اس دفتر کے عین مقابل سڑک کے پار سُرخ اینٹوں کی ایک خوبصورت عمارت آپ کو نظر آئے گی۔ وہ "تحریک جدید" کا دفتر ہے۔ کتنی نکھری نکھری سی عمارت ہے۔ ہر دم تازہ اور مستعدی کے ساتھ کھڑی ہے اپنے نام کی طرح۔۔۔۔ "جدید جدید" سی معلوم ہوتی ہے۔ پر آپ شاید "تحریک جدید" کا مطلب نہ سمجھے ہوں گے۔

اصل میں آج سے بائیس (۲۲) برس پیشتر امام جماعت احمدیہ نے سارے جہان میں پیغام اسلام پہنچانے کی ایک تین (۳) سالہ سکیم جماعت کے سامنے رکھی۔ جس کی مدت بعد میں تیرہ (۱۳) سال تک بڑھا دی گئی۔ آپ نے تحریک کی کہ نوجوان اپنی زندگیاں اسلام کی خاطر وقف کریں۔ اور باہر جا کر خصوصاً یورپین ممالک میں لوگوں تک پیغام اسلام پہنچائیں۔ یہ کوئی معمولی بات نہ تھی۔ ایک عظیم بوجھ تھا جس کو اٹھانے کے لئے جماعت کو اپنے کندھے تیار کرنے تھے۔ بات کہنی آسان ہوتی ہے لیکن عمل کرنا پہاڑ۔ چلو سارے یورپ ایشیا، افریقہ اور امریکہ میں مبلغین چلے بھی گئے۔ پر ان کی رہائش کا خرچ کہاں سے آئے گا۔ الہ دین کا چراغ تھوڑا ہی تھا۔ کہ اِدھر رگڑا اور اُدھر رقم حاضر۔ چنانچہ

آپ نے جماعت کو تحریک کی۔ کہ ہر احمدی سال میں اپنی آمد کا نصف اس غرض کے لئے بیت المال میں جمع کرائے۔ لوگ تو اپنے امام پر جان دیتے تھے۔ فوراً تیار ہو گئے۔ روپیہ بھی آنے لگا۔ نوجوانوں نے زندگیاں بھی وقف کرنی شروع کر دیں۔ اور پھر جلد ہی اس کام کی غرض سے ان ممالک کی طرف نکل گئے۔ جہاں اُن کا کوئی بھی واقف نہ تھا۔ انہوں نے اپنے بیوی بچوں کو چھوڑا۔ اور یورپ و افریقہ کی طرف چڑھائی کر دی۔ بعض راستہ ہی میں راہی ملک بقا ہوئے۔ اور بعض نے افریقہ کے علاقوں میں بڑی بڑی مصیبتیں جھیلیں پر اُف تک نہ کی۔ اور اپنے فرائض سر انجام دیتے رہے۔ دل میں اسلام کا درد تھا۔ اس لئے انہوں نے مجنونانہ طور پر کام کیا۔

آخر کامیابی نے اُن کے قدم چومے۔ اور عیسائی اسلام کی آغوش میں آنے لگے۔ اجنبی ممالک اجنبی نہ رہے۔ اسلام کے متعلق بغض سے بھرے ہوئے سینے دھل کر شفاف ہو گئے! اور اسلام کی خاطر بے پناہ محبت ان کے دلوں میں سرایت کر گئی۔ بظاہر کتنا مشکل کام تھا۔ لیکن عمل کی قوت نے پہاڑ کو رائی کر دیا۔

اسی طرح تیرہ (۱۳) برس گذر گئے مگر دنیا کو مسلمان بنانے کا کام تیرہ (۱۳) سال میں تو ختم ہونے والا نہیں۔ اس لئے پیارے آقا نے تحریک کی معیاد پہلے انیس (۱۹) سال اور بعد میں قیامت تک کے لئے کر دی۔ کہ جب تک دنیا بھر میں اسلام پھیل نہیں جاتا۔ یہ کام ہوتا رہے۔

کام بہت زور پکڑ گیا۔ بہت سے ممالک میں باقاعدہ مشن قائم ہو گئے۔ لنڈن۔ ماریشس۔ امریکہ۔ سیرالیون۔ نائیجیریا۔ انڈونیشیا۔ گولڈ کوسٹ۔ اور مغربی و مشرقی افریقہ میں تو پہلے سے ہی مشن قائم تھے۔ لیکن اب ملایا۔ سنگاپور۔ سپین۔ سوئٹزرلینڈ۔ ایران فلسطین۔ ہالینڈ۔ جرمنی۔ ٹرینیڈاڈ۔ بورنیو۔ برما۔ لبنان

اور سقط میں بھی باقاعدہ تبلیغی مراکز قائم ہو گئے۔

جب اہلِ فکر عیسائی اسلام کی آغوش میں امانیت محسوس کرنے لگے۔ تو عیسائی مبلغین فکر میں پڑ گئے۔ انہوں نے مقابلہ کرنا چاہا۔ پر میدان ان کے قدموں تلے سے نکل گیا۔ ان کے بہت سے مشن بند ہو گئے۔ سکول بھی ناکام ہونے لگے۔ بعض عیسائی حکومتوں نے غالباً پادریوں ہی کے ایماء پر جماعت کے مبلغین کو دھمکیاں دیں۔ اور تبلیغ رد کنے کی کوشش کی۔ چنانچہ حال ہی میں سپین کی حکومت نے جماعت کے مبلغ کو تبلیغ بند کرنے کا حکم دیا۔ اور عدمِ تعمیل کی صورت میں ملک سے نکال دینے کی دھمکی دی۔ یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے۔ کہ اس ملک پر مسلمان آٹھ سو سال حاکم رہے۔ انہوں نے یورپ کے لوگوں کو علم کے ذریعہ سے مزین کیا۔ اس ملک کی مٹی سے اب تک مسلمانوں کے خون کی بو آتی ہے۔ اس کے باشندے اپنی سابقہ تاریخ کو پڑھ کر چونک اٹھتے ہیں کیا مسلمان اس کو بھول سکتے ہیں؟ ظاہری قوت کے ساتھ انسان کے ہاتھ رد کے جا سکتے ہیں۔ ان کے قدموں کی حرکت بند کی جاتی ہے۔ آنکھ اور کان پر بھی پابندی عائد کی جا سکتی ہے۔ لیکن انسانی جسم کے اندر گوشت کا ایک ایسا لوتھڑا ہے۔ جس پر کسی کا اختیار نہیں۔ جب تک انسان زندہ ہے۔ وہ اس کے اپنے ہی قبضہ بلکہ حقیقتاً صرف اللہ تعالیٰ کے تصرف میں ہے۔ پھر ایسی باتوں سے بھلا کب تک کسی کو روکا جا سکتا ہے۔

اسی وسیع کام کو برقرار رکھنے اور ترقی دینے کیلئے دفتر "تحریک جدید" کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اس میں قریباً پندرہ محکمے ہیں۔ جن میں دو سو کارکنان اپنے اپنے فرائض کی انجام دہی میں مصروف رہتے ہیں۔ اس دفتر میں بھی علمی و مذہبی کتب شائع کرنے کا ایک محکمہ موجود ہے۔ جس کی ایک باقاعدہ کمپنی دی اورینٹل اینڈ ریلیجس پبلشنگ کارپوریشن ہے۔ یہ کمپنی غیر ملکی زبانوں میں کتب شائع کرتی ہے مگر سب سے بڑھ کر قرآن کریم کے مختلف زبانوں کے تراجم کی اشاعت کی طرف مصروف ہے۔ چنانچہ انگریزی۔ ڈچ، جرمنی زبان میں نہایت خوبصورت ترجمے شائع ہو چکے ہیں۔ اور روسی۔ فرانسیسی۔ اطالوی۔ پرتگالی اور ہسپانوی زبانوں میں مسودات مکمل ہو چکے ہیں۔ ان کے علاوہ مشرقی افریقہ کی سواحیلی زبان میں بھی ترجمہ چھپ چکا ہے انڈونیشین اور لوگنڈہ (مشرقی افریقہ کی ایک زبان) زبان میں تراجم کا کام جاری ہے۔ عنقریب دنیا کی تمام زبانوں میں قرآن کریم کا ترجمہ شائع ہو جائے گا۔ اور دنیا اس عظیم اور سب سے بڑی مقدس کتاب سے روشناس ہو سکے گی۔

دفتر "تحریک جدید" سے آگر اگر آپ تعلیمی اداروں کی طرف جانا چاہیں۔ تو کچھ وقت لگے گا۔ کیونکہ ذرا فاصلے پر ہیں۔ ریل کی پٹڑی بھی عبور کرنی پڑے گی۔ تعلیمی اداروں میں سب سے اہم ادارہ "جامعۃ المبشرین" کہلاتا ہے۔ اس میں غیر ممالک میں تبلیغ اسلام کے لئے مبلغین تیار ہوتے ہیں۔ اکثریت ان طلباء کی ہوتی ہے۔ جو اسلام کی خاطر اپنی زندگیاں وقف کرتے ہیں۔ داخلے کے وقت کم از کم بی۔ اے یا مولوی فاضل ہونا ضروری ہے۔ تین سال کی تعلیم کے بعد کامیاب طلباء کو "شاہد" کی ڈگری دی جاتی ہے۔ جس کو جماعت میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ غیر ممالک میں شاہد پاس نوجوانوں کی مساعی اور نتائج دیکھ کر تسلی ہو جاتی ہے کہ ادارہ کی محنت ٹھکانے لگ رہی ہے۔ اس ادارہ میں غیر ممالک کے نوجوان بھی تعلیم کے لئے داخلہ لیتے ہیں۔ چنانچہ اس وقت بھی قریباً نو ممالک کے طلباء اس میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ اس ادارہ کی عمارت خاصی خوبصورت ہے اس کو چھوڑتے ہوئے اگر آگے بڑھیں۔ تو ریل کی پٹڑی سے کافی ہٹی ہوئی ایک اور عمارت نظر آئے گی۔ اسے

تعلیم الاسلام ہائی سکول کہتے ہیں تعلیمی نقطہ نگاہ سے یہ سکول مغربی پاکستان میں نمایاں حیثیت کا حامل ہے۔ اور دور دراز سے بچے اس میں تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے آتے ہیں۔

اور یہ اس کے مشرق کی طرف تعلیم الاسلام کالج کی پرشکوہ عمارت ہے۔ یہ ابھی زیرِ تعمیر ہے۔ لیکن شاندار مستقبل کی بولتی چالتی تصویر ہے۔ ساتھ ہی خوبصورت ہوسٹل بھی ہے۔ عربی کی تعلیم کے لئے جامعہ احمدیہ کے نام سے ایک عربی کالج بھی ہے۔ جس میں طلباء مولوی فاضل تک کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ یہی وہ ادارہ ہے۔ جس کے طلباء اکثر یونیورسٹی بھر میں اوّل رہتے ہیں۔ یہ ادارہ فی الحال کچی عمارت میں کام کر رہا ہے۔ امید ہے کہ جلد ہی اس کے لئے بھی پختہ عمارت کا انتظام ہو جائے گا۔

ان کے علاوہ لڑکیوں کی تعلیم کے لئے نصرت گرلز ہائی سکول اور نصرت گرلز کالج موجود ہیں۔ مجموعی طور پر ربوہ کے تعلیمی اداروں میں اڑھائی ہزار (۲۵۰۰) سے زائد طلباء تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ جن میں۔ انڈونیشیا چین۔ شام۔ سیرالیون۔ گولڈکوسٹ۔ عدن برٹش گی آنا۔ صومالی لینڈ۔ ٹرینیڈاڈ اور مشرقی افریقہ کے طلباء بھی شامل ہیں۔ گزشتہ سالوں میں جرمن۔ ترک اور امریکی طلباء بھی تعلیم سے فارغ ہو کر واپس جا چکے ہیں۔

جس قصبہ میں اتنے تعلیمی ادارے موجود ہوں وہاں اخبارات و رسائل کی اشاعت بھی ایک لازمی امر ہے چنانچہ اس وقت ربوہ سے ایک روزانہ اردو اخبار ایک انگریزی ماہنامہ اور چار اردو کے ماہوار رسالے شائع ہوتے ہیں۔ یہ سب دنیا کے ہر علاقے میں پڑھے جاتے ہیں۔

تعلیمی اداروں کے معائنہ سے فارغ ہو کر اگر پہاڑ کی کی چوٹی پر چڑھ جائیں۔ تو دور تک آپ کو بکھرے ہوئے زیرِ تعمیر مکانات نظر آئیں گے۔ ان میں اکثر ان لوگوں کے ہیں۔ جو تقسیم ہند کے بعد بھارت سے پاکستان میں آئے۔ انہوں نے اتحاد کے سایۂ تلے منظم طریق پر بھارت سے ہجرت کی۔ اور منظم طریق پر ایک جگہ رہائش اختیار کی۔ اتحاد کی برکت سے انہوں نے اپنی گرہ سے زمین خریدی۔ اپنی محنت سے اپنے لئے سر چھپانے کی جگہ بنائی۔ اور حکومت کے سر سے دس ہزار نفوس کی رہائش کا فکر دور کیا۔ اگر اتحاد نہ ہوتا۔ تو چک ڈھگیاں کا ایک ہزار چونتیس ایکڑ پر پھیلا ہوا قطعہ زمین اسی طرح بنجر ہوتا۔ زمین پیاسی ہوتی ——— اور آسمان خاموش۔ بہار کی الھڑ اور سرما کی ٹھٹھری ہوئی بھیانک راتوں میں فرق کرنے والا کوئی نہ ہوتا۔

عزائم

ہم ظلمتوں میں نور کی شمع جلائیں گے
پروانے اپنی منزلِ مقصود پائیں گے

محمود! تیرے در پہ جو دُھونی رمائیں گے
رنگِ بہار بن کے گلستاں پہ چھائیں گے

وہ لوگ جو رواں ہیں مسیحا نفس کے ساتھ
اک روز وہ بہار کا پرچم اڑائیں گے

ربوہ کو تو نے مرکزِ توحید کر دیا
ہم اس زمیں کو رشکِ گلستاں بنائیں گے

کانٹے ہماری راہ میں بوئیں گے جو عدو
وہ پھول بن کے راہ میں آنکھیں بچھائیں گے

قدموں میں رہ کے تیرے مجھے زندگی ملی
ذرّے بھی میری خاک کے خوشیاں منائیں گے

غافل! متاعِ نور سے ہو یوں نہ منحرف
اس نور ہی سے کون و مکاں جگمگائیں گے

حُسنِ یقیں کے ساتھ ہو حُسنِ عمل تو دوست!
طوفاں ہماری ناؤ سے دامن بچائیں گے

ہم احمدی جواں ہیں فدایانِ مصطفٰےؐ
مثلِ حسینؓ حق کے لئے سر کٹائیں گے

افضل ترکی

محمد اشرف ناصر شاہد

اشتراکیت میں مذہب کی حیثیت اور اسلام

اسلام کے نزدیک اس عالم کا پیدا کرنے والا اور اس نظام کائنات کا چلانے والا ایک خدا ہے جس کے حکم سے زمین و آسمان کا ایک ایک ذرہ قائم ہے۔ اور اس کی توحید و وحدانیت کا اقرار ہر مسلمان کے لئے شرط اول ہے انبیاء کرام اور رسول اسی لئے دنیا میں تشریف لاتے رہے۔ کہ وہ ساری مخلوق کی گردنیں ایک خدا کے آستانے پر جھکا دیں اور ہر قسم کے شرک کو دنیا سے مٹا دیں۔ اس ہستی کے اذن کے بغیر اس کائنات کا ایک پتہ بھی اپنی جگہ سے نہیں ہل سکتا۔ اور تمام بنی نوع انسان قیامت کے دن خدا کے سامنے جوابدہ ہیں۔

لیکن اشتراکیت کے نزدیک یہ دنیا مادی ہے۔ اور اس کا بنانے والا کوئی نہیں۔ یہ جس طرح قائم ہے اسی طرح رہیگی ان کے نزدیک خدا اور روح محض انسانی وہم و تخیل کی باتیں ہیں۔ اور حقیقت صرف مادہ سے حاصل ہو سکتی ہے۔

مارکس کہتا ہے:-

"مذہب کی نکتہ چینی اس تعلیم سے پایۂ تکمیل تک پہنچتی ہے کہ انسان ہی اپنا حاکم مطلق ہے"

اور کہا:-

"مذہب کی نقطہ چینی کا مقصد صرف یہ ہے کہ انسان سورج کی طرح کل کائنات کا مرکز بنے اور سب چیزیں انسان ہی کے ارد گرد گردش کریں"

لینن کہتا ہے:-

"آسمانی خیالی بہشت کی نسبت زمین پر بہشت کا قائم ہونا ہمارے نزدیک بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے" (ریلیجن)

لینن اپنی اس کتاب میں اپنی پارٹی کو خدا تعالیٰ سے برگشتہ کرتے ہوئے یہاں تک لکھتا ہے:

"ضرور ہے۔ کہ اشتراکی مادہ پرست یعنی مذہب کا جانی دشمن ہو۔۔۔۔۔ خدا پیچیدہ تصورات کا مجموعہ ہے۔ جو انسان کی جہالت کو قائم رکھتے ہیں۔۔۔۔ بیشک ہم اقرار کرتے ہیں، کہ ہم خدا سے منکر ہیں ۔۔۔۔۔ ہماری پارٹی اس جہالت یا دیوانگی سے جو مذہبی عقائد کی صورت میں دکھائی دیتی ہے۔ غیر جانبدار یا بے پرواہ نہیں ہو سکتی اشتراکیت اور مادہ پرستی یکساں ہیں! اس لئے یہ مذہب کی جانی دشمن ہے اس میں کوئی شک نہیں۔۔۔۔ ضرور ہے کہ ہم مذہب کے مخالف ہوں۔۔۔۔۔۔ مذہب اکثریت کو اپنے قابو میں کس طرح رکھ سکتا ہے؟ عوام کی جہالت کے سبب سے۔ لہٰذا مذہب مردہ باد! دہریت زندہ باد! دہریت کی تبلیغ ہمارا فرض اولین ہے"

ایک اشتراکی پرچے "ینگ کمیونسٹ" نے بھی اس سلسلہ میں لکھا کہ:-

"اگر اشتراکی نوجوان خدا پر ایمان رکھکر گرجے جاتا ہو تو وہ اپنے فرائض کے پورا کرنے میں قاصر رہتا ہے جس سے یہ مراد ہے کہ اس نے ابھی تک اپنے آپ کو مذہبی توہم سے

خالی نہیں کیا۔ اور مکمل طور پر باخبر یعنی اشتراکی نہیں بنایا۔" (نمبر ۵، ۹، ۱۹۴۶ء)

اسی طرح اسی پرچہ کی ۱۸ اکتوبر ۱۹۴۷ء کی اشاعت میں ہے:۔

"نوجوان مرد وعورت اشتراکی نوجوان بن نہیں سکتے جب تک وہ مذہبی خیالات سے مبرّا نہ ہوں۔"

اشتراکی یروسلاوسکی (Yaroslavsky) جو The Anti-god movment کا رہنما ہے مذہب کے بارہ میں کہتا ہے۔

"مذہب انسان کی آنکھوں پر پٹی کا کام کرتا ہے۔ تاکہ وہ دنیا کے صحیح حالات کو نہ دیکھ سکے۔ اس پٹی کو زور سے پھاڑ ڈالنا ہمارا مقرر کردہ کام ہے۔"

(Religion in Russia)

۱۹۵۱ء میں روس کے سرکاری دارالاشاعت نے ایک نئی لغات شائع کی ہے۔ جس میں بیس ہزار غیر روسی الفاظ اور فقرے درج ہیں۔ اس لغت میں "مذہب" کے معنی یوں بیان کئے گئے ہیں۔

"خدا۔ فرشتوں اور روح پر خیالی و وہمی ایمان جس ایمان کی کوئی سائنسی بنیاد نہیں۔ قدامت پسند گروہ مذہب کی پرورش کرتے اور اس کو قائم رکھتے ہیں۔"

اشتراکیوں نے خدا تعالیٰ کا خاص طور پر تصوّر ایسے بھونڈے انداز میں پیش کیا ہے کہ جاہل اس سے نفرت کرنے لگ جاتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ:۔

خدا ایک مجرم ہے۔ جو جاہلوں اور آرام پرستوں کے دماغ کا ایک تخیل ہے۔

انہوں نے مذہب کو افیون قرار دیا۔ جو انسان کو پچھلی صدیوں میں گم رکھنا اور پیکار رہنا سکھاتا ہے۔ خدا کا تصور پیش کرنے والوں اور صبر کی تلقین کرنے والوں کو سرمایہ دار کا ایجنٹ قرار دیا۔ جو عوام کو ان کی غلامی پر مجبور کرتے ہیں۔

انہوں نے ڈراموں میں خدا سے مذاق کیا۔ اس کی اہانت کی۔ ڈرامہ میں ایک شخص پیش ہو کر کہتا ہے مجھے دو وقت پیٹ بھر کر کھانا نہیں ملتا۔ اور میرے پڑوسی کے کتے بھی کیک کھاتے ہیں۔ میرے پاس تن ڈھانکنے کے لئے کپڑے نہیں۔ اور میرے پڑوسی کے ہاں گدّے ہیں۔ اور کہتا ہے کہ یہ سب کچھ ایک بے انصاف ہستی نے کیا ہے۔ جسے خدا کہتے ہیں۔ تب ایک شخص کو جو مصنوعی خدا ہوتا ہے پیش کیا جاتا ہے۔ جج اس سے پوچھتا ہے۔ کہ کیا اس کو غریب تو نے ہی رکھا ہے۔ اور اس کو امیر تو نے ہی بنایا ہے۔ اس کو کھانے کو بھی نہیں دیا۔ اور اس کو زیادہ کھانے سے بدہضمی ہے۔ کیا تیرے انصاف کا یہی تقاضا ہے؟ اور جج فیصلہ کرتا ہے۔ کہ اس خدا کو تختۂ صلیب پر لٹکا دیا جائے۔ یہ زندہ رہنے کے قابل نہیں۔ اور اس کا جنازہ روس کی سرحد سے باہر جا کر رکھ دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں خدا صاحب روس سے آپ کسی اور ملک میں تشریف لے جائیں۔ اور اس ملک میں معاشی انصاف ہونے دیں۔

پھر انہوں نے آئندہ نسل میں مذہب اور خدا کے خلاف جس انداز سے پراپیگنڈا کیا۔ یہ دنیا کی تاریخ میں اپنی آپ نظیر ہے۔ خدا کا جنازہ نکال کر سر بازار جلایا گیا۔ مسجد کے میناروں کی جگہ لینن کا مجسمہ کھڑا کیا گیا۔ خدا کو سر بازار گالیاں دی گئیں۔ خدا کے خلاف سر ہلا ہلا کر نظمیں پڑھی گئیں۔ حج کو قانوناً منع کر دیا۔

لوئی فیشر ۱۹۳۲ء کے کرسمس ڈے کے ایک جلوس کا نظارہ اپنی کتاب Lenin and Russia میں یوں کھینچتا ہے:۔

"میں نے دیکھا کہ نوجوان اشتمالی مذہبی

آیتوں کو بگاڑ بگاڑ کر ماسکو کی سڑکوں پر گاتے پھرتے ہیں۔ ایک نوجوان اشتمالی ایک گاڑی پر کھڑا چیخ رہا تھا۔ "خدا کوئی چیز نہیں اگر ہے تو مجھے سزا کیوں نہیں دیتا جس جس راستہ سے وہ گزرتا یہودی اس کے احترام میں صلیب کا نشان بناتے۔ شام کو تمام مذہبوں کے خداؤں کے فرضی تابوت ریلوے اسٹیشن کے قریب نظر آتش کئے گئے۔" (ص۳۰)

تمثیلوں میں خدا سے مذاق اڑایا گیا یہی امریکی مبصر اپنی اسی کتاب میں لکھتا ہے:-

"بالشویک تمام مذہبوں کو ایک خلاف عقل اور بے وقعت کی چیز شمار کرتے ہیں۔ ان کے نصب العین کی ایک تصویری تمثیل یوں دیکھنے میں آئی۔ کہ ایک تنومند مزدور ہاتھ میں ہتھوڑا لئے گرجوں۔ دیروں اور مسجدوں کو منہدم کر کے آسمان کا رخ کئے ہوئے ایک زینہ پر چڑھ رہا ہے۔ اور وہاں ایک سیاہ آتشی دیو اس مزدور کو آتا دیکھکر سہما جا رہا ہے۔" (ص۳۸)

کیا مذہب اور خدا تعالیٰ کے یہ دشمن ان سب باتوں کے بعد بھی اسلام اور مسلمانوں سے کوئی ہمدردی رکھ سکتے ہیں۔ واضح الفاظ میں یوں سمجھئے کہ اشتراکیت اور اسلام جمع نہیں ہو سکتے۔ جو شخص مسلمان ہونے کا دعوے دار ہو کر اشتراکی بھی بنتا ہے۔ وہ لوگوں کو دھوکہ دے رہا ہے۔ اگر وہ مسلمان ہے۔ تو اشتراکی بن ہی نہیں سکتا اور اگر اشتراکی ہے۔ تو مسلمان ہونا ناممکن ہے۔ کیونکہ دونوں کے بنیادی عقائد میں ہی زمین و آسمان کا فرق ہے۔

لیکن ان تمام باتوں کے باوجود ہمیں یقین ہے۔ ایک دن آئے گا کہ اشتراکیت نہ وہ دنیا آستانہ الوہیت پر جھکے گی۔ اور زمین و آسمان کے مالک اور اسلام کے بتائے ہوئے خدا کو ہی اپنا خالق اور حقیقی معبود تسلیم کرے گی اور جس طرح آسمان پر اس کا نام عزت سے لیا جاتا ہے۔ زمین پر بھی لیا جائے گا۔ اے خدا تو ایسا ہی کر۔

خدام الاحمدیہ کا نیا سال

یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے۔ کہ ہماری کوششیں بار آور ہوئیں اور خدام الاحمدیہ کا گذشتہ انیسواں سال کامیاب مالی سال ثابت ہوا۔ اور ہماری جو یہ خواہش تھی۔ کہ ہم مالی لحاظ سے گذشتہ جملہ سالوں سے بڑھ جائیں۔ پوری ہوئی۔ اس پر جسقدر بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں تھوڑا ہے۔ اب یکم نومبر سے نیا سال شروع ہو چکا ہے اس نئے سال میں ہمارا مطمع نظر یہ ہونا چاہیئے۔ کہ جہاں دیگر جملہ چندہ جات بجٹ کے مطابق سو فیصدی پورے ہوں۔ وہاں چندہ مجلس کی وصولی سو فیصدی سے بھی کچھ اوپر ہو۔ چاہے وہ کسقدر قلیل ہی کیوں نہ ہو۔

محمد رفیق

مہتمم مالی خدام الاحمدیہ مرکزیہ

ترانۂ مسعود

بحمد اللہ منم مسعود احمدؐ
مرید حضرتِ موعود احمدؐ

تعالی اللہ چہ خوش روز است آں روز
کہ شد در قادیاں مولود احمدؐ

باسلام آمدم از بطنِ مادر
در مولیٰ بمن بکشود احمدؐ

مرا اللہ، قرآن شد محمدؐ
بہ حسبِ شان شاں بنمود احمدؐ

خدا و مصطفیٰ را پیروی کن
بہ ہر یک احمدی فرمود احمدؐ

نہ چیزے کم نمود از شرعِ قرآں
نہ چیزے برآں افزود احمدؐ

مرا با خالقِ من آشنا کرد
ز بیعت داشت ایں مقصود احمدؐ

ندارم انتظارِ ابنِ مریم
مرا شد ہمہ مقصود احمدؐ

مرا با وعدۂ فردا چہ حاصل
کہ دارم پیشِ خود موجود احمدؐ

ہماں مومن بود مودودِ خالق
کہ باشد در دلش مودود احمدؐ

بدرگاہِ خدا مردود باشد
کہ باشد نزدِ او مردود احمدؐ

چو احمدؐ زیں جہاں سوئے خدا رفت
وراثت جانشیں محمود احمدؐ

ز یمنِ اتباعِ احمدیت
بحمد اللہ شدم مسعود احمدؐ

پرویز پروازی

غ

تنظیمِ کائنات ہے تیری نگاہ سے
عالم ہے سرنگوں اثرِ لاالٰہ سے

وہ کام جو نہ ہو سکے اہلِ سپاہ سے
اہلِ جنوں نے کر لئے راتوں کی آہ سے

اے روحِ کائنات اک نظرِ کرم اِدھر
بھٹکے ہوئے ہیں ہم بھی محبت کی راہ سے

ہر گام پر ہے جہدِ مسلسل کی جستجو
آلودہ ہی قرار کا دامن گناہ سے

پرویزِ حزیں کا شیوہ ہو تسخیرِ کائنات
گھبرائیں کیا غموں کے غبارِ سیاہ سے

محمد طفیل منیر شاہد

اسلامی تاریخ کے ناقابلِ فراموش واقعات

(۲)

اسلامی تاریخ ایک قومی امانت ہے۔ جس کا مطالعہ ہر مسلمان پر فرض ہے۔ عام فہم زبان میں قدرے نئے طریق پر اسلامی تاریخ پیش کی جاتی ہے ——— (ایڈیٹر)

منصور۔ کیا یہ واقعی درست ہے۔ کہ حضرت علیؓ نے قصاص عثمانؓ کو معرض التوا میں ڈال دیا تھا۔ بالکل معاف نہیں کیا تھا؟

داؤد۔ ہاں بالکل یہی بات ہے۔ چنانچہ دیکھو جب امیر معاویہ نے جو قصاص عثمانؓ کے سب سے بڑے مدعی تھے حضرت علیؓ کو خط لکھا۔ تو اس میں انہوں نے یہ نہیں لکھا۔ کہ آپ نے قصاص عثمانؓ سے انکار کر کے ہمیں دکھ پہنچایا ہے۔ بلکہ لکھا کہ "آپ قاتلین عثمانؓ سے سکوت فرماتے ہیں" یہیں اس خط کا حوالہ اپنی طرف سے نہیں د۔ نہ دیا۔ مقدمہ ابن خلدون میں مشہور اسلامی مؤرخ ابن خلدونؒ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی بیان کیا ہے ———

اس کے علاوہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا خیال بھی سنئے۔ اُن سے جب مقتولین جنگ جمل و صفین کے متعلق۔ پوچھا گیا۔ کہ آپ کی رائے میں انکا مقام کہاں ہوگا۔ تو آپ نے فرمایا۔ خدا کی قسم ان لڑائیوں میں جو بھی قتل ہوا۔ بحالیکہ اس کا دل صاف تھا۔ وہ ضرور جنت میں جائے گا۔ اب دیکھئے آپ کے اس قول سے بھی کسی گروہ کی تخصیص نہیں ہوتی۔ کہ جنتی کونسا گروہ ہے یا دوزخی کونسا گروہ ہے۔ گویا حضرت علیؓ کے نزدیک بھی فریق مخالف اجتہادی غلطی کا مرتکب تھا ——

بھئی منصور!۔ اسی قسم کی صورت ہر ایک واقعہ میں ملتی ہے۔ دونوں فریق اجتہاد کرتے ہیں۔ اور پھر اپنے اس اجتہاد پر پورے وثوق سے قائم ہیں۔

منصور! بھئی خوب آج تو آپ نے اس مشکل مسئلہ کو حل کر کے رکھ دیا۔ جزاکم اللہ۔

داؤد۔ میرے دوست یہ بات خوب یاد رکھیئے۔ کہ ان بزرگوں کے متعلق کبھی کوئی بات زبان پر نہ لائیے۔ کہ میرے نزدیک فلاں نے فلاں غلطی کی۔ کیونکہ ایسا کہنا آپ کو

زیبا نہیں ——— یہ وہ بزرگ ہستیاں
ہیں۔ جن کو دینِ اسلام کے ستون کہا
جاتا ہے ——— جن کے متعلق خدا نے عرش
سے فرمایا۔ "رضی اللہ عنہم و رضوا
عنہ"۔ اور یہ تو تم نے سنا ہی ہوگا
کہ بزرگوں کی غلطیاں نکالنا خود فاش
غلطی ہے۔

بگرفتن خطائے بزرگاں خطا است

منصور۔ ابھی میرے سوال کا ایک پہلو تشنہ
جواب ہے ———

داؤد۔ یہ بھی خدا کا شکر ہے۔ ایک پہلو کے
علاوہ باقی خدا معلوم سینکڑوں پہلو تو
حل ہو گئے۔ ذرا وہ پہلو بھی دکھاؤ؟

منصور۔ آخر آنحضرت کی وفات کے معاً بعد
ہی مسلمان کیوں پراگندہ ہو گئے ———
ان میں اختلاف کیوں پیدا ہوا۔
اور سب سے بڑھ کر یہ کہ خدائے کائنات
نے کیوں نہ قاتلین عثمانؓ کو بھسم کر کے
رکھ دیا۔ کہ ایسی لمبی چوڑی باتیں ہی
پیدا نہ ہوتیں؟

داؤد۔ (تلفناً) اس سوال کا جواب خدا سے
پوچھو۔ مجھ سے کیوں پوچھتے ہو۔ جب
خدا نے کچھ نہیں کیا۔ تو پھر اس کا جوابدہ
وہی ہو سکتا ہے۔ داؤد کہاں ان
کی وکالت کر سکتا ہے۔

منصور۔ پھر وہی دل لگی ——— یار سنجیدگی سے
بتلاؤ ——— میں سنجیدہ باتوں کے متعلق
مذاق پسند نہیں کرتا۔

داؤد۔ (سنجیدہ بننے کی کوشش کرتے ہوئے)
میں نے جو بات کہی ہے۔ دراصل وہ
درست بات ہے۔ خداتعالیٰ کے
سوا حقیقت امر کا جاننا کسی بشر کی
طاقت ہی نہیں۔ خدا نے ازل سے
ایسا ہی مقدر کر رکھا تھا۔ وہی ہو کر
رہنا تھا۔ تو ویسا ہی ہوگیا۔

منصور۔ یہ تو سبھی کو معلوم ہے۔ آخر تاریخ
اس کے متعلق کیا کہتی ہے؟

داؤد۔ تاریخ بہت کچھ کہتی ہے۔ پھر بھی
کچھ نہیں کہتی۔

منصور۔ ——— کیا مطلب؟

داؤد خان۔ مطلب یہ کہ ہر تاریخ دان اپنی اپنی
تحقیق کے مطابق واقعات کا استنباط
کر کے مختلف وجوہ پیش کرتا ہے کوئی
کہتا ہے کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت
میں بنو ہاشم کا ہاتھ تھا۔ کوئی کہتا ہے
حضرت عثمانؓ کے عاملین کی غلط پالیسی
نے خلیفۂ وقت کو جامِ شہادت پلایا۔
کوئی کہتا ہے۔ حضرت عثمانؓ بن عفان
کے بعض مشیروں کے غلط مشورے ہی
آپ کو لے ڈوبے۔
اور بعض نے تو یہاں تک
کہہ دیا۔ کہ حضرت عثمانؓ کی غلط پالیسی
یعنی حد سے زیادہ نرمی ہی ان تمام
فتنوں و مصائب کا پیش خیمہ بنی۔ اگر
وہ سختی کرتے اور سازش کرنے والوں
کو ابتداء میں ہی صفحۂ ہستی سے چلتا
کرتے۔ تو ایسا ہر گز وقوع میں نہ آتا۔
یہ آخری بات اگرچہ ذرا معقول معلوم

ہوتی ہے ۔۔۔ مگر میرے نزدیک یہ
بھی درست نہیں۔ کیونکہ اِس طرح سارا
الزام حضرت عثمانؓ کی ذات پہ آجاتا
ہے۔ جو کسی طرح بھی درست نہیں۔
میرے نزدیک حضرت عثمانؓ تو آسمانی
روحانیت کے درخشندہ و تابندہ
چاند ہیں۔

منصور۔ (بے تاب ہو کر) پھر بتلاؤ بھی ۔۔۔
درست بات کیا ہے؟

داؤد۔ ارے ذرا صبر کا دامن تھامو ۔۔۔
کل ہی اتفاقاً ایک ایسی کتاب ہاتھ لگ
گئی۔ جس میں اسلامی تاریخ کے ابتدائی
دور میں رونما ہونے والے واقعات
کا ذکر تھا۔ یہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی
ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا معرکۃ الآرا
لیکچر تھا۔ جس میں انہوں نے بڑی پتے
کی باتیں کہی ہیں۔

منصور۔ ۔۔۔ ارے کیا؟

داؤد۔ فاضل مقرر نے شہادت عثمانؓ کی
ذمہ داری کسی خاص وجود پر نہیں ڈالی
انہوں نے حضرت عثمانؓ۔ حضرت علیؓ۔
حضرت امیر معاویہ اور اسی طرح کے دیگر
صحابہؓ کو ایسی خطاؤں سے معصوم ٹھہرایا
ہے ۔۔۔ انہوں نے اِن واقعات کو
ایک طویل سلسلہ میں منسلک قرار دیا ہے
ان کا کہنا ہے۔ کہ اِس سانحہ جانکاہ
کی خبر تو اسی وقت ہو گئی تھی۔ جب
ایک بدوی نے برسرِ عام کھڑے ہو کر
خلیفۂ وقت حضرت عمر فاروقؓ سے یہ
دریافت کر لیا۔ کہ آپ نے اپنے
حصہ کی ایک چادر سے اتنا لمبا قمیص
کیسے تیار کر لیا؟ اُسی بدوی کی اِسی
ذہنیت نے نشوونما پا کر حضرت عثمانؓ
کو شہید کر کے دم لیا۔
فاضل مصنف نے اپنی کتاب
میں واقعاتِ شہادت عثمانؓ کو مستند
تاریخی حقائق سے ثابت کیا ہے اور
لکھا ہے۔ کہ یہ شہادت نتیجہ تھی ۔۔۔
مسلمانوں کی جلد از جلد فتوحات کا۔
نومسلموں کی عدم تربیت کا۔ غیر اسلامی
عنصر کے بظاہر اسلامی لبادہ پہن
لینے کا۔ اور بالخصوص ابن سوداء
(عبداللہ بن سبا) جیسے گندم نما
جو فروش مکار یہودی مسلمان کی
سازشی ذہنیت کا جس نے خرمنِ
وحدت کو انتشار کی آتش کی نذر
کر کے دم لیا ۔۔۔ اِس کے مقابل
حضرت عثمانؓ کی بحیثیت خلیفہ وقت
میانہ روی اور نرم پالیسی کو انہوں
نے بالکل درست اور واجب ٹھہرایا
ہے۔ اور یہ بات عقیدتاً نہیں کہی
حقائق کی روشنی میں کہی ہے۔

منصور۔ واقعی یار تم نے سچ بیان کیا ۔۔۔
ایسی انمول کتاب کا پڑھنا تو ہر مسلمان
کے لئے بہت ضروری ہے۔ ذرا
نام تو بتلانا۔

داؤد۔ (ذہن پر دباؤ ڈالنے کے بعد)
اس وقت تو اُس کتاب کا نام یاد

نہیں آرہا ---- چھوٹی سی کتاب ہے
ہاں خوب یاد آیا۔ نام ہے "اسلام
میں اختلافات کا آغاز"

منصور۔ بھئی! اپنے والا نسخہ مجھے بھی لا دینا۔
تاکہ میں بھی اپنی تشنہ کامی کا مداوا
کر دوں۔

داؤد۔ بہت اچھا۔ بھائی منصور!! باتوں
میں کافی دیر ہو گئی ہے۔ دیکھو تو جھٹپٹا
تاریکی میں بدلتا جا رہا ہے۔ سب پرندے
اپنے گھونسلوں میں دبک چکے ہیں۔
اور ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ پھول
بھی سونے کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔

منصور۔ کیا اچھوتا خیال ہے۔ پھول بھی سونے
کی تیاریوں میں مصروف ہیں ----
---- (ہاتھ اٹھاتے ہوئے) چلو
سامنے والے ریسٹورنٹ میں چل کر
چائے کی گرم گرم پیالیوں میں ان
رنجیدہ خیالات کی تسکین کا سامان
ڈھونڈیں ---- بھئی سچ پوچھو تو میری
ہر آن یہی دعا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ اب
اسلام ---- نہیں نہیں ---- مسلمانوں
کی اس لڑکھڑاتی ہوئی ناؤ کو کسی عظیم
ملاح کی نگرانی میں بخیریت کنارے
لگائے۔ اور وہ نتائج بد جس کا
سامنا یہ غریب مسلم قوم تیرہ سو سال
سے کر رہی ہے۔ اس سلسلے کو اب
ختم فرما دے۔

داؤد۔ ---- آمین

دونوں دوست بینچ سے
اٹھ کر سامنے کے ریسٹورنٹ میں
چلے جاتے ہیں ؛

اعانت رسالہ خالد

۱۔ احمد الدین صاحب کارکن وکالت مال تحریک جدید۔
ربوہ مبلغ -/-/۲

۲۔ میاں محمد حسین صاحب ولد انعام الدین صاحب ٹھیکیدار
محلہ دار الیمن ربوہ مبلغ -/۸/۲

۳۔ قریشی ضیاء اللہ صاحب دار الصدر گول بازار
ربوہ مبلغ -/۱

۴۔ داؤد احمد صاحب داؤد جنرل سٹورز
ربوہ مبلغ -/۵

۱۰/۸

۴۔ ملک محمد رفیق صاحب مہتمم مال کا نام بقایا داروں
کی لسٹ میں غلطی سے شائع ہوا ہے۔ ان کی طرف
سے رسالہ خالد کو گاہ بگاہ مالی امداد ملتی رہتی ہے
چنانچہ حال میں مہتمم مال کی طرف سے (مرزا
عبدالشکور صاحب نائب مہتمم مال سے) ۱۷ خریدار
اور مبلغ ۴/۷/۶۷ چندہ خریداری اور -/۵ روپے
برائے اعانت وصول ہوئے ہیں۔ جزاکم اللہ۔
احباب کرام بھی خریدار مہیا فرما کر
اور اعانت بھجوا کر رسالہ کی امداد کر سکتے ہیں

والسلام

مینیجر رسالہ خالد۔ ربوہ

قاضی نعیم الدین احمد

زندگی کی کہانی

جب شاہ زمیر فارس کے تخت پر بیٹھا تو اس نے اپنی مملکت کے تمام علماء کو جمع کر کے کہا۔

"مابدولت کے استاد جناب سعید صاحب نے مجھے نصیحت کی ہے کہ مابدولت ماضی کی تمام تاریخ کا مطالعہ کریں۔ تاکہ پہلوں کی غلطیوں سے بچ سکیں۔۔۔۔ اسی لئے مابدولت نے آپ کو طلب کیا ہے۔ کہ آدم سے لیکر اس وقت تک کی مکمل تاریخ مرتب کریں"!

شاہ کے حکم کی تعمیل میں علماء نے پوری تندہی سے کام شروع کر دیا۔۔۔۔ بیس سال بعد سب سے بڑا عالم بیس اونٹوں پر فی اونٹ پانچ صد جلدیں لاد کر بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوا اور عرض کی بادشاہ سلامت آپ کے ارشاد کی تعمیل میں علماء مملکت نے خاص طور پر حضور والا کے لئے دنیا کی مکمل تاریخ مرتب کی ہے۔ اور وہ حاضر خدمت ہے"۔

بادشاہ نے کہا:۔

"مابدولت آپ کی اس کاوش کی قدر کرتے ہیں مگر جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں مابدولت مملکت کے کاموں میں بہت مصروف ہیں اور اب عمر بھی بہت ہو چکی ہے! اس لئے اتنی کتابوں کے مطالعہ کا وقت نہیں ہے۔ آپ اس کتاب کو مختصر کر کے لائیے۔ تاکہ مابدولت آسانی سے پڑھ سکیں"۔

علماء نے پھر دن رات کوشش کر کے بیس سال بعد پہلی کتاب کا ملخص پندرہ سو جلدوں میں تین اونٹوں پر لاد کر پیش کیا۔ سب سے بڑا عالم دربار میں حاضر ہوا اور بادشاہ کی خدمت میں عرض کی۔ "بادشاہ سلامت آپ کے ارشاد کے مطابق ہم نے دن رات ایک کر کے اس کتاب کو مختصر کر دیا ہے! اور اس بات کا التزام کیا ہے۔ کہ کوئی واقعہ نہ رہ جائے"۔

بادشاہ نے کہا:۔

"بہت عمدہ کوشش ہے۔ مگر افسوس ہے کہ مابدولت انہیں پڑھ نہیں سکتے۔۔۔۔ اب تو عمر بھی بہت ہو گئی ہے اور اس کتاب کے پڑھنے کا وقت ہی نہیں رہا۔ ایک بار پھر اسکو مختصر کیجئے مگر خیال رکھئے کہ زیادہ دیر نہ لگائیے"۔

عالم واپس لوٹا اور دس سال کی محنت شاقہ کے بعد ایک اونٹ پر پانچ سو جلدوں میں ملخص تیار کر کے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا!

بادشاہ نے کہا "افسوس ہے اب بھی مابدولت فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔۔۔۔ اب تو زندگی بھی تمام ہونے کو ہے۔۔۔ اسے مختصر کر دیجئے۔۔۔۔ اگر آپ واقعی مابدولت کو مرنے سے قبل زندگی کی کہانی بتانا چاہتے ہیں تو مزید مختصر کیجئے۔۔۔۔

پانچ سال بعد ہی عالم لاٹھی ٹیکتا ایک گدھے پر بڑی سی کتاب رکھے محل میں داخل ہوا!۔۔۔ پہرہ دار نے اسے کہا۔

"۔۔۔ ذرا جلدی چلیئے۔ کیونکہ بادشاہ سلامت بستر مرگ پر دراز ہیں! اور ان کی زندگی کا چراغ گل ہونے کے قریب ہے"۔۔۔ بادشاہ نے بوڑھے عالم اور اسکی کتاب کی طرف حسرت بھری نظروں سے دیکھا اور کہا۔۔۔

"مابدولت اب جلد ہی انسانی زندگی کی کہانی جانے بغیر دنیا سے رخصت ہو جائینگے۔۔۔"

عالم نے جواب دیا۔ مگر یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ بھی آخری دموں پر ہے۔۔۔

"۔۔۔ جان کی امان پاؤں تو۔۔۔ میں حضور کی خدمت میں صرف تین کلمات میں اسے پیش کر دوں۔

وہ حضور والا ہم پیدا ہوتے ہیں۔۔۔۔۔

۔۔۔ دکھ جھیلتے ہیں۔۔۔۔۔ اور مر جاتے ہیں۔۔۔"

اناتول فرانس

گلہائے رنگا رنگ

○ منور الدین عبد الوہاب
○ سید مسعود احمد
○ ناصر احمد ظفر
○ ملک خادم حسین

خاتم کے اصل معنے

خواجہ حسن نظامی کی وفات پر مولانا ضیاء القادری صاحب کے مندرجہ ذیل اشعار شائع ہوئے ہیں :-

حیف صد حیف خواجہ ذی شان
رفت سوئے جنان ز بزم جہاں
اے ضیاء گفت سالِ رحلتِ او
خاتم الاصفیاء حبیب زماں

(رسالہ منادی دہلی ستمبر اگست ۱۹۵۷ء صلہ)

اُن مسلمانوں کے لئے غور کا مقام ہے جو خاتم الانبیا کے معنی آخری نبی کرتے ہیں - اگر خاتم الانبیاء کے معنی آخری نبی ہیں - تو بقول مولانا ضیاء القادری صاحب خواجہ حسن نظامی آخری صوفی ہو گزرے - اور اب دنیا میں ان کے بعد قیامت تک کوئی اور شخص صوفی کہلانے تک کا بھی حق دار نہیں - ولی قطب ، غوث ، صالح - شہید - صدیق اور نبی ہونا تو بہت دور کی بات ہے - اگر یہ مان لیا جائے کہ خواجہ حسن نظامی آخری صوفی تھے - اور ان کے بعد صوفیت کا دروازہ بند ہو گیا ہے - تو یہ بات مسلمانوں کے لئے کس قدر بھیانک اور افسوسناک ہے - کہ ان میں روحانی کمالات استعداد بھی موجود نہیں رہے - کہ صالحیت - شہادت - صدیقیت اور نبوت جیسے بلند مقام حاصل کرنا تو درکنار صوفیت کا اہل بھی قیامت تک کوئی نہ ہو سکے گا - ہم سوچ بھی نہیں سکتے کہ اس سے بڑی توہین اسلام اور مسلمانوں کی کوئی ہو سکتی ہے - وہ مذہب جو وحشیوں کو انسان اور انسانوں کو باخدا انسان بنانے کے لئے آیا تھا - اس میں اتنی بھی روحانیت نہیں رہی کہ وہ اپنے پیروؤں کو کوئی روحانی مرتبہ ہی دے سکے -

خاتم الانبیاء کے معنی آخری نبی کرتے ہوئے لازماً خاتم الاصفیاء کے معنی آخری صوفی ہوں گے - اس لئے ایسے مسلمان جو خاتم الانبیاء کے معنی آخری نبی کرتے ہیں - وہ بزبانِ حال کہہ رہے ہیں - کہ خواجہ حسن نظامی آخری صوفی تھے - اب قیامت تک ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا - اگر یہ لوگ بزبانِ حال ایسا نہیں کہتے تو پھر کیوں شور نہیں مچا دیا گیا کہ مولانا ضیاء القادری ان اشعار کی تردید کریں - ان کا خاموش رہنا دو ہی صورتیں پیدا کرتا ہے - اوّل یہ کہ انہوں نے یہ تسلیم کر لیا ہے - کہ خواجہ حسن نظامی آخری صوفی ہیں - اور ان کے بعد قیامت تک کوئی صوفی پیدا نہیں ہو سکتا - اور دوسری یہ کہ خاتم الاصفیاء کے معنی یہاں پر آخری صوفی کی بجائے تصوّف کے کمالات کا جامع ہونا مانا جائے - اس صورت میں خاتم الانبیاء کے معنی بھی آخری نبی کی بجائے کمالات نبوت کا جامع ہونا ماننے پڑیں گے -

اگر پہلے معنے لئے گئے ہیں یعنی جناب حسن نظامی کو آخری صوفی ہی قرار دیا گیا ہے - تو اس صورت میں

مسلمانوں پر ظلم ہے کہ ایک شخص کو خاتم الاصفیاء کا خطاب دے کر آئندہ قیامت تک کے لئے گویا اس دروازہ کو بند کر دیا ہے۔ اور اگر معاملہ اس کے الٹ ہے۔ اور انہوں نے دوسرے معنے ہی لئے ہیں۔ اور جناب مولانا حسن نظامی کو کامل صوفی قرار دیا ہے۔ تو پھر ہمیں بتایا جائے کہ آخر خاتم الانبیاء کے معنی آخری نبی کیوں پڑے؟

سچی بات یہ ہے کہ ہر ایک ذی عقل و شعور مسلمان کو یہ ماننا پڑے گا۔ کہ "خاتم" کے معنی "آخری" نہیں بلکہ کسی روحانی مقام کے تمام کمالات کو حاصل کرنے کے ہیں۔ اور ان ہی معنوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بلند اور ارفع شان ظاہر ہوتی ہے۔ کیونکہ جو درخت پھلدار ہو وہی قابل قدر ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کی طرف قرآن میں اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرماتے ہیں "اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ" یقیناً تیرا دشمن ہی ابتر ہے۔ یعنی وہ ان روحانی کمالات سے محروم ہے۔ اور جو تیری پیروی اور غلامی کرکے تیری روحانی ذریت میں شامل ہو جائے گا۔ وہی ان روحانی کمالات کو حاصل کر سکے گا جن کی بدولت وہ وہ مرتبے حاصل کر سکتا ہے جن کا دوسری جگہ قرآن کریم کی آیت من یطع اللّٰہ و رسولہ فاولٰئک مع الذین انعم اللّٰہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین وحسن اولٰئک رفیقاً میں ذکر آیا ہے۔ (منور الدین عبدالوہاب)

سرزمینِ دکن

دکن جنوبی ہند کی ایک ریاست ہے جس کا رقبہ مغربی پاکستان کے نصف کے لگ بھگ ہے اور آبادی پونے دو کروڑ ہے۔ ایک کروڑ ہندو جو کہ تلگو زبان بولنے والے ہیں۔ یہ ریاست مختلف سرسبز پہاڑی سلسلوں سے پر ہے۔ چونکہ بارش مئی سے ستمبر تک روزانہ کم از کم دو تین گھنٹے ضرور ہوتی رہتی ہے۔ اس کے باعث سبزہ جابجا ہے۔ اور سرسبز جنگل بکثرت ہیں۔ سبزہ زاروں کی کثرت کی یہ وجہ بھی ہے۔ کہ یہاں نظام شاہی حکومت کے درمیانی دور سے ندیوں اور دریاؤں پر بند باندھ کر جھیلیں تیار کرنے کا سسٹم جاری ہے۔ جھیل کو ساگر کا نام دیا جاتا ہے۔ مشہور اور بڑی جھیلیں یہ ہیں۔ نظام ساگر، عثمان ساگر۔ حسین ساگر۔ حمایت ساگر۔ یہ جھیلیں پچاس سے لے کر اسی میل تک محیط ہیں۔ مثلاً نظام ساگر کا محیط بہتر میل ہے۔ اور گہرائی ۱۲۰ فٹ سے لیکر ڈھائی، تین سو فٹ تک ہے۔ اس کا بند ایک میل لمبا ہے۔ ضرورت سے زائد پانی چھوڑنے کے لئے ۲۸ بڑے بڑے گیٹ ہیں۔ جب بارشوں کی وجہ سے اس میں پانی خطرے کے نشان سے بڑھ جاتا ہے۔ تو پورے گیٹ کھول دیئے جاتے ہیں۔ عام طور پر دو، تین گیٹ کھلے رکھے جاتے ہیں جس سے ایک بڑی نہر نظام ساگر نہر ہمیشہ جاری رہتی ہے۔ اس نہر کو چالیس میل لے جاکر وہاں اس پر بند باندھ کر ۲۰ میل کی جھیل بنائی گئی۔ جس کا نام ان تمام جھیلوں کے منتظم انجینئر علی نواز جنگ کے نام پر علی ساگر رکھا گیا۔ پھر اس سے وہی نہر جاری کی گئی جس کو آٹھ میل لے جاکر پھر روک دیا گیا۔ اس جھیل کا نام تالاب ماسانی ہے یہ بارہ میل محیط ہے۔ پھر اس نہر کو چھوڑ دیا گیا۔ نظام ساگر کی طرح باقی تین ساگر بھی اسی طریق

پر بنائے گئے ہیں ۔ جن سے بے شمار جھیلیں اور نہریں قائم ہیں ۔ جس کی وجہ سے ملک کی زرخیزی میں اضافہ ہوا ہے ۔ اور ان ساگروں سے بجلی بھی پیدا کی جا رہی ہے۔

قدرت نے دکن کے جنگلات میں تقریباً تمام قسم کے درندے اور حیوان پیدا کر دیئے ہیں ۔ مثلاً درندوں میں سے ان جنگلات میں شیر، چیتے، ریچھ، ببر شیر (اس کی مرغوب غذا کتے کا گوشت ہے) اور بھیڑیئے وغیرہ ہیں ۔ اور بے ضرر جانوروں میں سے ہرن ۔ بارہ سنگا چیتل ۔ سانبھر ۔ جنگلی بکرے پائے جاتے ہیں ۔ اور تمام قسم کے پرندے مور ۔ اور جنگلی مرغی بھی ملتی ہے ۔ موروں کی کثرت کا یہ عالم ہے ۔ کہ سبزہ زاروں کی نزدیک آبادی والے ان کی آوازوں سے تنگ آ جاتے ہیں ۔ اور بعض پرندے ایسے بھی ہیں ۔ جو پانی میں تیرتے بھی ہیں اور اڑتے بھی ہیں ۔ مثلاً پانی کی چھوٹی اور بڑی بطخیں، چھوٹی اور بڑی مرغیاں ۔ پن مور ۔ کبوتر (یہ مور جتنا بڑا ہوتا ہے ۔ اس کی گردن اور ٹانگیں بہت لمبی ہوتی ہیں) نیز ان کے علاوہ ہر قسم کے پرند ۔ چرند اور درندے وہاں پائے جاتے ہیں ۔

سید مسعود احمدؔ (حیدر آباد دکن)

پیغامیوں کے متعلق ایک غیر احمدی مدیر کی رائے

جناب غلام حسین صاحب مدیر رسالہ شمس الاسلام بھیرہ' اہل پیغام کے تمام رازوں کو بے نقاب کرنے کے بعد اپنے ریمارکس دیتے ہیں ۔ کاش کہ پیغامی عمائدین اس سے نصیحت حاصل کریں ۔ یاد رہے کہ جناب غلام حسین صاحب جماعت احمدیہ میں شامل نہیں ہیں ۔ آپ لکھتے ہیں :-

"مرزا صاحب کی کتابیں بھی موجود ہیں اور دعاوی بھی معلوم مگر لاہوری مرزائیوں کی دیدہ دلیری اور جرأت دیکھئے کہ ان تمام عبارتوں اور مقالوں سے بالکل انکار کرتے ہیں جن سے مرزا صاحب نے اپنی نبوت کا ڈھنڈورا پیٹا ہے ۔ یا ان عبارتوں کو تاویل کے خراد پر چڑھانے کی ناکام کوشش کرتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ مرزا محمود اپنے باپ کے بتلائے ہوئے راستہ پر ٹھیک ٹھیک گامزن ہے اس نے وہی مذہب برقرار رکھا جس کو مرزا جی نے پھیلانا چاہا ۔ اور جس کی وہ دعوت دیتا ہوا اس دنیا سے رخصت ہو گیا اور محمد علی لاہوری نے صرف اپنی جداگانہ امارت اور سیادت کو قائم کرنے کے لئے یا مصالح کو پیش نظر رکھ کر اور عام بھولے بھالے مسلمانوں کو لوٹنے اور ان سے تبلیغ اسلام کے نام پر چندہ اکٹھا کرنے کے لئے ایک نیا راستہ اختیار کیا ہے ۔ اور مرزا صاحب کے صاف صریح دعووں کے خلاف ایک ایسی نئی بات نکالی جو مرزا صاحب کی کتابوں سے ثابت نہیں ہو سکتی ۔ محمد علی صاحب دورنگی چال چلنا چاہتے ہیں ۔ ع

باغباں بھی خوش رہے راضی رہے صیاد بھی

مسلمانوں سے رقم بٹورتے رہے اور اُن کو صراط مستقیم سے ہٹانے کی گنجائش بھی رہے ۔ اور اپنے گرو مرزا جی کا دامن بھی ہاتھ سے نہ چھوٹے مگر افسوس کہ ان کی یہ منافقانہ چال اور تذبذب کی

روش زیادہ دیر تک، کامیاب نہ ہوسکی مرزا محمود کے ہاں سے راندۂ درگاہ ہوئے اور مسلمانوں کی آنکھوں سے بھی پردہ ہٹ جانے کے بعد ان کی حقیقت بے نقاب ہوگئی"

(رسالہ شمس الاسلام بھیرہ فروری ۱۹۴۵ء)

ایک غیر احمدی مدیر کے قلم سے پیغامیوں کے متعلق یہ کتنے سخت ریمارکس ہیں - کاش پیغامی سمجھنے کی کوشش کریں - اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لائے ہوئے مشن پر صحیح معنوں میں دلی ایمان لائیں - دورنگی کو چھوڑتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیشکردہ مسلک پر چلیں - اور پھر قدرت ثانیہ اور اس وجود کے ساتھ وابستہ ہوجائیں - جس کے متعلق حضرت مسیح موعود ؑ کو بے شمار الہامات ہوئے۔

اے خدا! تو ان لوگوں کو بھی دامن خلافت کے ساتھ وابستہ ہونے کی توفیق دے۔ آمین

(ناصر احمد ظفر)

○

عیاں تھی حق کی نعمت میں عبث اس کو نہاں سمجھا
یہ ہے سرچشمۂ رحمت جسے میں قادیاں سمجھا

مسیح وقت کے دربار میں دیکھا تو کیا دیکھا
ہے ارزاں دین کی نعمت جسے میں تھا گراں سمجھا

صداقت مٹ نہیں سکتی کبھی دشمن کے حملوں سے
یہ وہ نکتہ ہے جس کو ہر حکیم نکتہ داں سمجھا

مرے محمود ایدہ اللہ کو میرے محمدؐ سے جدا جانا
احد احمدؐ کے نکتے کو نہیں جو نکتہ داں سمجھا

نبوت کی بڑھی عظمت نہ ہے خوبی نہ ہے قسمت
مسیحا کو ہوں جب سے دین کا میں پاسباں سمجھا

وہ خادم ہے محمدؐ کا مبلغ دین عالی کا
اگر کچھ اور تو سمجھا غلط اے مہرباں سمجھا

جو مجلس میں گنہ گاروں کا ہوتا ذکر ہے خادم
پشیمانی میں ڈوبا ہوں کہ یہ اپنی داستاں سمجھا

(خادم حسین سکیتان)

جملہ مجالس متوجہ ہوں!

تمام ایسی مجالس جن کے ذمہ رسالہ خالد کا کچھ بھی مطالبہ ہے دفتر ایسی مجالس کو جو آئندہ کے لئے پیشگی چندہ بھجوا کر رسالہ خالد کی خریداری منظور کرلیں۔ بقایا کا مطالبہ نہ کرے گا۔ لہٰذا عرض ہے۔ کہ جلسہ سالانہ کے مبارک ایام میں آتے ہوئے احباب زیادہ سے زیادہ رسالہ خالد کے خریدار بننے کی کوشش فرما کر عند اللہ ماجور فرمائیں۔

والسلام

مینجر رسالہ خالد ربوہ

رسالہ خالد کے خریداران
(بیرون پاکستان)

کی خدمت میں انفرادی طور پر عرض کی جاچکی ہے کہ ۱۹۵۲ء سے مستقل طور پر رسالہ آپ کی خدمت میں باقاعدہ حاضر ہوتا رہا ہے۔ اور اب رسالہ خالد کی مالی حالت سخت مخدوش ہے۔ اس لئے گذشتہ حسابات کو صاف فرمادیں۔ اور آئندہ کے لئے پیشگی بھجوائیں جس سے معلوم ہوسکے کہ آپ آئندہ کے لئے خریداری قبول فرماتے ہیں۔

والسلام

مینجر رسالہ خالد ربوہ

بچوں کی محفل

○ بشارت احمد
○ محمد اسماعیل خان
○ محمد اسلم شاد

کھانے کے آداب

۱- ہمیشہ وقت مقررہ پر کھانا کھاؤ۔ کھانے پر سکون اور وقار سے بیٹھو۔ غرور کے انداز سے دسترخوان پر بیٹھنا مناسب نہیں۔

۲- کھانا ہمیشہ ہاتھ دھو کر اور بسم اللہ پڑھ کر دائیں ہاتھ سے شروع کرو۔ اس سے کھانے میں برکت پیدا ہوتی ہے۔ اپنے منہ سے لقمہ نکال کر برتن میں نہ ڈالو۔ کھاتے وقت خلال نہ کرو۔ اچھے کھانے کو چن چن کر نہ کھاؤ۔ بہت گرم کھانا نہ کھاؤ۔ لقمہ کو خوب چبا چبا کر نگلو۔ اس طرح معدہ اچھا کام کرتا ہے۔ اور کھانا جلد اور اچھی طرح سے ہضم ہو جاتا ہے۔ لقمہ اتنا بڑا نہ ہو جس سے گال پھول جائے منہ بند کر کے لقمہ کو چباؤ۔ زیادہ پیٹ بھر کر نہ کھاؤ۔

۳- بہت آدمیوں کے ساتھ مل کر کھانے کا اتفاق ہو تو سب سے پہلے کھانے پر جا ڈٹنا حرص کی علامت ہے پہلے مہمان کو بس کرنا چاہیئے۔ اور پھر میزبان کو اگر منہ سے ہڈی یا بال وغیرہ نکالنا ہو۔ تو منہ دوسری طرف کر کے نکالو تاکہ ساتھ والوں کو کراہت نہ آئے۔ کھانا اس طرح صفائی سے کھاؤ کہ اگر بچ جائے تو دوسرا شخص اس کے کھانے سے نفرت نہ کرے۔

۴- کھانا کھاتے وقت خوش طبعی کی باتیں کرو۔ زیادہ فضول گوئی نہ کرو۔ اور نہ ہی بالکل خاموش بیٹھے رہو فکر اور تردد کی حالت میں کھانا صحت کو نقصان دیتا ہے۔ کسی ایسی بات کا ذکر نہ کرو جو دوسروں کے لئے باعثِ نفرت ہو۔ ہمیشہ اپنے سامنے سے کھاؤ۔

۵- جب تک اچھی طرح بھوک نہ لگے۔ کھانا نہ کھاؤ۔ صبح کا کھانا کھا کر ذرا لیٹو۔ اور شام کا کھانا کھا کر ذرا چہل قدمی کرو۔ گرمی کے دنوں میں ٹھنڈی اور سردی کے دنوں میں مقوی غذا کھاؤ۔ سخت محنت اور نیند سے بیدار ہو کر فوراً کھانا نہ کھاؤ کھانے پینے کی ہر ایک چیز برتن میں رکھ کر دو۔ ہاتھ پر نہ لاؤ۔ اگر مہمان ہو تو کسی قدر روٹی اور سالن دسترخوان پر چھوڑو۔ تاکہ گھر والوں کو یہ شبہ نہ ہو کہ کھانا کم تھا۔ اور مہمان بھوکا رہ گیا۔

۶- اگر کھانا مذاق کے موافق نہ ہو تو محض گھر والے کے سامنے عذر کر دینا کافی ہے۔ عام لوگوں کے سامنے اپنی رضامندی کا اظہار کرنا بدتہذیبی ہے۔ گھر والوں سے کسی چیز کی فرمائش نہ کرو ممکن ہے کہ وہ چیز موجود نہ ہو۔ اور وہ شرمندہ ہوں جب کوئی کھانے کی چیز پیش کرے تو شکریہ کے ساتھ قبول کرو۔

۷- آخر میں کھانا کھا چکنے کے بعد کلی کرو۔ دانت صاف کرو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور یہ دعا پڑھو الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمین۔ (ترمذی ابواب الدعوات)

اطاعت

تاریخ کے صفحات شاہد ہیں کہ جس قوم نے اتحاد اور یگانگت کو اپنا کر اپنے افسر کے ارشادات کے سامنے سر تسلیم خم کرنا سیکھ لیا۔ وہ بلا کسی بڑی مزاحمت کے سمندروں اور پہاڑوں کے سینے تک چیر گئی۔ اس نے سیاست جہان کو جس طرف چاہا موڑا۔ لیکن اس کے برعکس وہ قوم جس نے رشتہ اتحاد کو پارہ پارہ کیا۔ اپنوں میں اناو غیری کی تمیز کی۔ افسران بالا کی قدم قدم پر مخالفت کی۔ وہ بساط سیاست ہی سے نہیں۔ بلکہ اس کارخانہ سے بھی چلتی بنی۔ اس کے مقابل وہ قومیں جو کہ کچھ عرصہ قبل اس باجبروت قوم کے نام سے لرزہ کھایا کرتی تھیں۔ اسے آنکھیں دکھلانے لگیں۔ مثال کے طور پر عرب قوم کو ہی لیجیے!! اسلام سے قبل جاہل ترین اور گھر مزاج گنی جاتی تھی۔ کوئی راہنما اور لیڈر نہ تھا۔ جس وجہ سے اس زمانہ کی متمدن اقوام رومی اور ایرانی ان کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ مگر جب عرب رشتہ اتحاد میں منسلک ہوئے جب انہوں نے ایک ہاتھ کے گرنے پر گرنا۔ اور اسی کے اٹھنے پر اٹھنا سیکھ لیا۔ تو ان کا نام سن کر قیصر کے جوانمردوں پر رعشہ اور کسریٰ کے پہلوانوں پر کپکپی طاری ہو جاتی تھی۔ اسی اتحاد کی برکت تھی کہ ان کے گھوڑوں نے اگر ادھر صحرائے اعظم سے گذر کر بحرہ اوقیانوس شمالی کا پانی پیا تو دوسری طرف افغانستان سے ہوتے ہوئے ہندوستان اور چائنا تک کی زمین کو روند ڈالا۔

قرآن پاک میں خدا تعالیٰ نے سینکڑوں بار یہ کہا کہ اے مسلمانو تمہارا فرض اولین اطاعت اور فرمانبرداری ہے۔ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔ کا حکم تو کسی مسلمان سے پوشیدہ نہیں۔ برادران اطفال الاحمدیہ کی تنظیم کی غرض و غایت ہی یہ ہے کہ احمدی بچوں کے اندر ابھی سے اطاعت اور فرمانبرداری کی عادت پیدا کی جائے۔ اس سلسلہ میں ہمارے پیارے آقا سیدنا المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا یہ فرمان مسئلہ کے طور پر پیش کرتا ہوں۔ فرمایا۔

"اطفال الاحمدیہ کی تنظیم کی سب سے بڑی غرض بچوں کی صحیح رنگ میں تنظیم کرنا اور انہیں اس بات کی عادت ڈالنا ہے۔ کہ وہ اپنی تمام حرکات ضبط کے ماتحت رکھیں جب انہیں کہا جائے کہ رک جاؤ تو سب رک جائیں اور جب انہیں کہا جائے چلو تو سب چل پڑیں۔" (الفضل ۱۱ مارچ ۱۹۳۸ء)

پیارے بھائیو! ہم سب حضور کے اس فرمان کے مطابق اپنے اندر یہ صفات پیدا کرنے کی کوشش کریں تاکہ ہم کل کو قوم کے لئے اچھے خادم ثابت ہو سکیں۔

(محمد اسماعیل خان ربوہ)

کیا آپ کو معلوم ہے؟

۱۔ دنیا کا گرم ترین علاقہ جیکب آباد سے مکہ معظمہ تک ہے۔

۲۔ دنیا کا سب سے بڑا دریا ایمزن ہے۔

۳۔ دنیا کا سب سے بڑا جزیرہ گرین لینڈ ہے۔

۴۔ دنیا میں سب سے زیادہ چاندی پیدا کرنے والا ملک میکسیکو ہے۔

۵۔ دنیا کا سب سے بڑا شہر لندن ہے۔

۶۔ دنیا کا سب سے بڑا جزیرہ نما ہندوستان ہے۔

۷۔ دنیا کا سب سے بڑا براعظم ایشیا ہے۔

(محمد اسلم شاد ربوہ)

مرکز کی آواز

- قابلِ صد مبارکباد مجالس
- سکیم ہائے شعبہ جات مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ
- مجالس فوراً توجہ فرمائیں

قابلِ صد مبارکباد مجالس

گزشتہ سے پیوستہ سال صرف ۲۹ مجالس نے چندہ مجلس سو فیصدی حصہ مرکز ادا کیا تھا۔ مگر گزشتہ انیسویں سال میں مندرجہ ذیل ۶۹ مجالس نے سو فیصدی حصہ مرکز ادا کیا ہے میں ان مجالس کے ارکان کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں اور بزرگان سلسلہ کی خدمت میں ان کے لئے دعا کی درخواست کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس قربانی کو ان کے لئے بیش از بیش خدمات کا موجب بنائے۔ اور دیگر مجالس کے جملہ ارکان کو بھی ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(۱) کوئٹہ (۲) کراچی (۳) لائلپور (۴) ڈیرہ غازیخاں (۵) مردان (۶) وزیر آباد (۷) خانیوال (۸) شورکوٹ (۹) ککی نو ضلع جھنگ (۱۰) چک ۴۹۷/ج ب ضلع جھنگ (۱۱) چک ۴۳۳/ دھیروکے ضلع لائلپور (۱۲) چک ۸۹/ رتن ضلع لائلپور (۱۳) جڑانوالہ ضلع لائلپور (۱۴) چک ۲۸۶/ر ب گوکھووال ضلع لائلپور (۱۵) چک ۲۱۹/ ملوٹیانوالہ ضلع لائلپور (۱۶) چک ۴۴/گ ب ضلع لائلپور (۱۷) چک ۶۰/ر ب ضلع لائل پور (۱۸) گوجرخاں ضلع راولپنڈی (۱۹) ٹیکسلا ضلع راولپنڈی۔ (۲۰) چک ۲۷/ایم ایل ضلع میانوالی (۲۱) لیاقت آباد ضلع میانوالی (۲۲) چک ۸۴/ نہر فتح ضلع بہاولپور (۲۳) چک ۱۶۰/ نہر مراد ضلع بہاولپور (۲۴) چک ۲۲۷/ایچ آر ضلع بہاولنگر (۲۵) چک ۶۵/پی ضلع رحیم یارخاں (۲۶) خانپور ضلع رحیم یارخاں (۲۷) چک ۲/این پی ضلع رحیم یارخاں (۲۸) چک ۳۳/ جنوبی سرگودہا (۲۹) چک ۳۵/ جنوبی سرگودہا (۳۰) چک ۷۸/ جنوبی سرگودہا (۳۱) چک ۹۹/ شمالی سرگودہا (۳۲) چک ۱۱۶/ جنوبی سرگودہا (۳۳) ندوڈہ ضلع سرگودہا (۳۴) دارحمہ سرگودہا (۳۵) پسرور سیالکوٹ (۳۶) ڈنڈپور کھرولیاں سیالکوٹ (۳۷) چک ۱۸/ لاہوٹ شیخوپورہ (۳۸) ننکانہ صاحب شیخوپورہ (۳۹) سانگلاہل شیخوپورہ (۴۰) منڈی بہاؤالدین گجرات۔ (۴۱) چک نوالی گجرات (۴۲) پھلو کے گوجرانوالہ (۴۳) قصور لاہور (۴۴) لاہور چھاؤنی (۴۵) چک ۵۶/ای ایل ۲ منٹگمری (۴۶) چک ۳۰/ای ایل ۱۱ منٹگمری (۴۷) بورے والا منڈی (ملتان) (۴۸) جمال پور (خیرپور) (۴۹) کرنڈی (خیرپور) (۵۰) گوٹھ علی محمد (خیرپور) (۵۱) نوابشاہ (۵۲) طالب آباد (نوابشاہ) (۵۳) گوٹھ نور محمد (نوابشاہ) (۵۴) گوٹھ حاجی قمردین (نوابشاہ) (۵۵) گوٹھ امام بخش (نوابشاہ) (۵۶) گوٹھ شاہ دین۔ (نوابشاہ) (۵۷) گوٹھ مولا بخش (نوابشاہ) (۵۸) چک ۲۱ دوھڑ (نوابشاہ) (۵۹) رادھن (دادو) (۶۰) بشیر آباد اسٹیٹ (حیدرآباد) (۶۱) ظفر آباد اسٹیٹ (حیدرآباد) (۶۲) بدین (حیدرآباد) (۶۳) ٹنڈو الہیار (حیدرآباد) (۶۴) نصرت آباد اسٹیٹ (۶۵) محمد آباد اسٹیٹ (۶۶) نورنگ اسٹیٹ (۶۷) چک ۲۷/الف (میرپورخاص) (۶۸) مانسہرہ (ہزارہ) (۶۹) چک ۹۶/ج ب (لائلپور)۔

نوٹ:۔ ان مجالس کے نام حضور اقدس کی خدمت میں بھی دعا کے لئے پیش کر دیئے گئے ہیں۔ والسلام

محمد رفیق مہتمم مال مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ

سکیم ہائے شعبہ جات مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

مجالس خدام الاحمدیہ کی اطلاع کے لئے سکیم ہائے شعبہ جات مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ شائع کی جا رہی ہیں۔ امید ہے جملہ دیگر مجالس بھی اپنے حلقہ جات میں ان سکیموں کی روشنی میں ہی اپنے ہاں ہر شعبہ کی باقاعدہ سکیم تیار کر کے عاملہ مقامی کی منظوری کے بعد کام شروع کر دینگی۔

سکیم شعبہ جات برائے سال ۵۷-۱۹۵۶ء

۱۔ رپورٹ مہتمم صاحب تجنید کہ سکیم شعبۂ تجنید برائے سال ۵۷-۱۹۵۶ء پیش ہے۔

(۱) صدر انجمن احمدیہ کے دفاتر سے پتے حاصل کر کے جہاں جہاں جماعتیں قائم ہیں۔ وہاں خدام الاحمدیہ کی مجالس قائم کی جائینگی۔

(۲) دفتر مرکزیہ کی طرف سے فارمہائے تجنید (جن کا نقشہ آگے درج کیا گیا ہے۔) ایک ہزار کی تعداد میں سائیکلو سٹائل کرائے جائیں گے۔ ہر مجلس کو ایک ایک فارم بطور نمونہ بھیجا جائے گا۔ کہ اس کے مطابق خدام کے کوائف بھجوائیں۔

(۳) سب خدام سے نئے فارمہائے رکنیت پُر کروائے جائیں گے۔ پھر ان فارموں کو رجسٹر تجنید کے مطابق ڈویژن وار اور مجلس وار فائل کیا جائے گا۔

(۴) مجالس سے جو فارم ہائے رکنیت پُر ہو کر آئینگے ان کو رجسٹر تجنید کے طور پر ڈویژن وار اور مجلس وار فائل کیا جائے گا۔ اور شروع میں انڈیکس لگائی جائے گی۔

(۵) فارم ہائے تجنید کا نقشہ حسب ذیل ہوگا۔

نمبر شمار۔ نام خادم۔ ولدیت۔ تاریخ پیدائش تاریخ داخلہ انصار۔ قومیت پیشہ۔ تعلیم ذریعہ آمدنی۔ تاریخ بیعت کیفیت۔ فارم رکنیت۔ تاریخ اندراج۔

ساتھ نوٹ دیا جائے گا۔ کہ آخری دو خانوں کو مجالس خالی چھوڑ دیں۔ یہ دفتر مرکزیہ پر کرے گا۔

(۶) کل تعداد خدام و کل تعداد مجالس کو متعین کرنے کے لئے تمام اندراجات پہلے روزنامچہ میں ہوا کرینگے۔

جس کا نقشہ یہ ہوگا۔

نمبر شمار۔ تاریخ اندراج۔ ادخال/اخراج۔ نام مجلس۔ تعداد فارم۔ کل تعداد خدام۔ تعداد نئی مجالس کل تعداد مجالس حوالہ فائل کیفیت روزنامچہ سے ساتھ ساتھ کل تعداد خدام اور کل تعداد مجالس نکلتی چلی آئے گی۔

(۷) رجسٹر تجنید میں ہر مجلس کے ناموں کے آخر میں سرخ سیاہی سے کل تعداد خدام لکھی جائے گی۔ اگر بعض ناموں کا اخراج کیا جائے گا۔ تو ان کے نمبر شمار کے حوالہ سے وہ تعداد کل تعداد میں سے منفی کر کے سرخ سیاہی سے اندراج کر دیا جائے گا۔ اور روزنامچہ کا حوالہ ساتھ دیا جائے گا۔ اس طرح مجلس وار ٹوٹل بھی ساتھ ساتھ نکلتا آئے گا۔

(۸) تجنید کے سلسلہ میں فارم ہائے تجنید کے علاوہ جو خطوط آئیں گے۔ انہیں روزنامچہ کی تاریخ اندراج کے مطابق فائل کیا جائیگا۔ تا Reference میں آسانی ہو۔

(۹) ایک دفعہ رجسٹر تجنید مکمل ہونے کے بعد اگر کوئی مجلس بجائے کمی بیشی بتلانے کے سارے نئے

بھرے سے نئی فہرست بھجوائے گی۔ تو روزنامچہ
میں ان کی پہلی تعداد کا اندراج بطور اخراج اور
نئی تعداد کا اندراج بطور داخل کیا جائے گا۔
رجسٹر تجنید میں سے پہلے فارم نکال لئے جائینگے
اور نئے Replace کر دیئے جائیں گے۔

(۱۰) مجالس جو فارم اسے تجنید مرکز کو بھجوائیں گی۔ ان کی ایک نقل Referance کے لئے اپنے پاس رکھینگی۔

(۱۱) تجنید کا ریکارڈ جلد از جلد مکمل کرنے کیلئے خطوط کے علاوہ الفضل اور خالد میں مناسب وقفوں کے بعد اعلان کئے جائیں گے۔

(۱۲) دفتر مرکزیہ میں ایک چارٹ لٹکایا جائے گا۔ جس سے اندراجات کے مطابق کل تعداد خدام و مجالس کو ظاہر کیا جائے گا۔

(۱۳) ہر مجلس کا سالانہ چارٹ ترقی تیار کیا جائیگا۔

٭٭٭٭٭

۲۔ رپورٹ نائب صدر صاحب اول کہ معاون نائب صدر صاحب حیدرآباد ڈویژن نے حسب ذیل درخواست کی ہے۔ کہ حیدرآباد ڈویژن کی بیداری کے لئے مندرجہ ذیل سکیم پیش ہے۔

(۱) سالانہ اجتماع و تربیتی کلاس۔
(۲) سپورٹس کلب کا قیام۔
(۳) لائبریری اور دار المطالعہ۔
(۴) دفتر معاون نائب صدر اور خدام الاحمدیہ حیدرآباد۔

اس سکیم کو کامیاب بنانے کے لئے روپیہ کی ضرورت ہے۔ لہذا درخواست ہے کہ اس سال مجلس حیدرآباد ڈویژن میں پانچ ہزار روپے عطیہ کے طور پر حاصل کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی جاوے۔

سندھ کو حضور نے بھی بڑی اہمیت دی ہے۔ اور حیدرآباد کئی پہلوؤں سے نہایت ہی اہمیت کا حامل ہے۔ امید ہے آپ میری درخواست پر ہمدردانہ غور فرما کر شکریہ کا موقعہ دیں گے۔

٭٭٭٭٭

۳۔ رپورٹ مہتمم صاحب تحریک جدید کہ شعبہ تحریک جدید کی سکیم بابت سال ۵۷-۱۹۵۶ء پیش ہے۔

(۱) مجلس کوشش کرے کہ اس کے تمام خدام حسب توفیق تحریک جدید کے مالی جہاد میں شریک ہوں۔

(۲) ہر سال ایک ہفتہ وعدوں کے حصول کے لئے اور دو ہفتے وعدوں کی ادائیگی کے لئے منائے جایا کریں۔

(۳) ہر خادم کوشش کرے کہ کم از کم ایک ایسے دوست کو جو پہلے شامل نہ ہوں۔ تحریک جدید میں شامل کرے۔

(۴) ایسے صاحب ثروت احباب جنکے تحریک جدید کے وعدہ جات ان کی حیثیت سے کم ہیں کو تلقین و تحریک کر کے انکے وعدہ جات میں مناسب اضافہ کرایا جائے۔

(۵) ہر خادم زائد آمد اس نیت سے پیدا کرنے کی کوشش کرے کہ وہ اس میں سے کم از کم ۲۵ فیصدی تحریک جدید میں ادا کرے۔

(۶) ایسے احباب جو باوجود کوشش کے اپنے وعدوں کی ادائیگی نہ کریں۔ بذریعہ خطوط اور وفود انہیں اس امر کا احساس دلایا جائے کہ وہ اپنی عہد

کریں - اگر اس طریق پر بھی اصلاح نہ ہو۔ تو مرکز سے
ان کے بارہ میں ہدایت لی جائے۔

(۷) مجالس کے باہمی مقابلہ کے وقت ان نمبروں کو
بھی شمار کیا جائے گا۔ جو کسی مجلس نے چندہ تحریک جدید
کی وصولی کے سلسلہ میں۔ سے حاصل کئے ہوں۔ اس
امر کا بھی خیال رکھا جائے گا۔ کہ کسی مجلس نے کتنے
لوگوں کو تحریک جدید میں شامل کیا ہے۔ نیز وہ مجالس
جو تحریک جدید کے سلسلہ میں مفید اور عمدہ کام کرینگی۔
ان کو مرکز کی طرف سے سندات جاری کی جائینگی۔
جو سالانہ اجتماع پر قائدین یا ان کے نمائندگان
عطا کی جائیں گی۔

***

۴- رپورٹ مہتمم صاحب مجالس بیرون کہ شعبہ مجالس
بیرون کی سکیم بابت سال ۵۷-۱۹۵۶ء پیش ہے۔

(۱) بیرونی مجالس سے مقررہ فارم پر رپورٹیں طلب
کرنا ان کا ریکارڈ رکھنا۔ اور مناسب کارروائی
کرنا۔

(۲) جن بیرونی مشنوں میں مجالس قائم نہیں۔ اور قائم
ہو سکتی ہیں۔ وہاں مجالس قائم کرنے کی کوشش کرنا
اور خدام کی تجنید کرنا۔

(۳) تمام خدام کے کوائف مقررہ فارم پر حاصل کر کے
ان کا ریکارڈ رکھنا۔

(۴) خدام کا یونیورسل بیج ہونا چاہئے۔ اس سلسلہ
میں بمشورہ مجالس کارروائی کرنا۔

(۵) بیرونی مجالس کو اپنے ملک کے حالات کے
مطابق دستور تیار کر کے بھجوانے کی تلقین کرنا اور
اس کی منظوری مجلس مرکزیہ سے حاصل کرنا۔

(۶) خدام الاحمدیہ کے لٹریچر کا مختلف زبانوں میں
ترجمہ کروانا۔

(۷) بیرونی مجالس کا مرکز سے پختہ تعلق قائم کرنا۔
یہاں کی Activities سے انہیں
اطلاع دینا۔ اور ان کی Activities
سے اطلاع حاصل کرنا۔

(۸) عہدیداران کی منظوری دینا۔ اور ان کے
مکمل پتہ جات کا ریکارڈ رکھنا۔

(۹) بیرونی ممالک میں مختلف
Social societies
کے متعلق لٹریچر منگوانا۔ اور مفید باتوں کو
اپنانے کے متعلق غور کرنا۔

***

۵- رپورٹ مہتمم صاحب تربیت و اصلاح کہ
شعبہ تربیت اصلاح کی سکیم بابت سال ۵۷-۱۹۵۶ء
پیش ہے۔

(۱) مجالس میں قرآن مجید۔ احادیث نبوی اور
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے درس
کا انتظام کروایا جائے گا۔

(۲) تربیتی اجلاس منعقد کروائے جائیں گے۔

(۳) خدام میں تحریک کی جائے گی۔ کہ وہ نماز
باجماعت کے پابند ہوں۔ اور تہجد کی بھی عادت
ڈالیں۔

(۴) خدام کو شعار اسلامی کی پابندی کی تلقین کی
جائے گی۔

(۵) مرکز میں خصوصیت سے اس امر کی نگرانی کی
جائے گی۔ ہر خادم زیادہ سے زیادہ اسلامی
شعار کی پابندی کریں۔ نیز نمازوں کے اوقات
میں دکانیں بند ہوں۔ خدام نماز میں شریک ہوں

(۶) تربیت کے لحاظ سے مجلس ربوہ کی نگرانی کی
جائے گی۔ اور نائب صدر صاحب محترم کی ہدایت

کے مطابق ضروری اقدام کئے جائیں گے۔

(۷) سگرٹ نوشی کو خدام میں روکا جائے گا۔

(۸) مرکز سلسلہ میں خدام کی تربیت اور نگرانی کے نقطۂ نگاہ سے مرکزی نگران اداروں سے ضروری رابطہ رکھا جائے گا۔

⁂⁂⁂

۶- رپورٹ مہتمم صاحب تعلیم کہ شعبہ تعلیم کی سکیم بابت سال ۵۶-۵۷ء پیش ہے۔

(۱) حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے سلسلہ کی کتب کے مطالعہ کا شوق پیدا کیا جائے گا جس کے لئے حسب سابق سہ ماہی وار کتب مقرر کر دی جائیں گی۔ مقامی طور پر قائدین یہ اطمینان کرنے کے بعد کہ خدام نے ان کتب کا مطالعہ کر لیا ہے۔ مرکز میں رپورٹ کریں گے۔ یہ ریکارڈ رکھا جائیگا اور سال کے آخر میں اجتماع کے موقعہ پر سندات جاری کی جائیں گی۔ اور سالانہ اجتماع کے موقعہ پر پرانی کتب میں سے مقابلہ کے لئے سوالات ہوں گے۔

(۲) مجالس میں زیادہ سے زیادہ دارالمطالعہ قائم کئے جائیں گے۔

(۳) مختلف ذرائع سے کتب حاصل کر کے مجالس کو ہدیۃً مرکز کی طرف سے بھیجی جائیں گی۔ اس سے مجالس کا رابطہ بڑھیگا۔

(۴) تعلیم ناخواندگان کو عام کیا جائے گا۔ اور مجالس میں باقاعدہ کلاسز کے اجراء کی تحریک کی جائیگی۔

(۵) دوران سال مرکز کی طرف سے مختلف مناسب مواقع پر تحریری اور تقریری مقابلے کروائے جائیں گے۔ تاکہ خدام میں اچھے مقرر اور اچھے اہل قلم پیدا ہونے کا رجحان ترقی کرے۔

(۶) مجالس میں بزم حسن بیان کے قیام کا انتظام کیا جائے گا۔

(۷) تربیتی کلاس کا انعقاد حسب فیصلہ شوریٰ کیا جائے گا۔

(۸) سالانہ اجتماع پر علمی مقابلے کی دلچسپی بڑھانے نیز زیادہ سے زیادہ خدام کو اس میں شریک کرنے کے لئے اجتماع سے قبل خدام میں تحریک کی جائے گی۔

⁂⁂⁂

۷- رپورٹ مہتمم صاحب عمومی کہ سکیم شعبہ عمومی بابت سال ۵۶-۵۷ء پیش ہے۔

(۱) حفاظت خاص کے سلسلہ میں افسر صاحب حفاظت سے تعاون۔

(۲) بیرونی مجالس سے باقاعدہ ملاپ رکھنے کا پروگرام اور مجالس سے قابل ذکر امور کی رپورٹیں حاصل کرنا۔

(۳) نائب صدر صاحب کی ہدایات کی تعمیل کرنا

⁂⁂⁂

۸- رپورٹ مہتمم اشاعت کہ شعبہ اشاعت کی سکیم بابت سال ۵۶-۵۷ء پیش ہے۔

(۱) رسالہ خالد کا مجالس کے ذمہ جو قرضہ مدت سے چلا آرہا ہے۔ اس کی ادائیگی طریق یہ ہوگا کہ جن مجالس کی طرف رسالہ خالد کا بقایا ہے۔ اس کی وصولی انسپکٹر صاحبان کے ذریعہ کروائی جائے گی۔

(۲) مکتبہ کے لئے دوران سال میں مندرجہ ذیل تین کتابیں شائع کی جائینگی۔ ان میں سے دو بچوں کے لئے ہوں گی۔ اس کے علاوہ بھی مناسب کتب شائع کرنے کا انتظام کیا جائیگا۔

۱۔ سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

۲۔ مشاہیر اسلام

۳۔ اسلام اور غیر مسلم رعایا کے حقوق ۔ یہ کتاب ملک سیف الرحمن صاحب نے لکھی ہے۔ جسے پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب نے بہت پسند کیا ہے ۔ اور ملک سیف الرحمن نے پانچ صد کاپیوں کے فروخت کرنے کا ذمہ لیا ہے۔

براہ کرم ان کی منظوری دی جائے۔

***

۹۔ رپورٹ مہتمم صاحب وقار عمل کہ شعبہ وقار عمل کی سکیم بابت سال ۱۹۵۶-۵۷ء پیش ہے۔

(۱) تمام قیادتوں کو ہدایت کی جاتی ہے کہ سال میں کم از کم چھ دفعہ ساری قیادتوں کا اجتماعی وقار عمل کروایا جائے۔

نیز اس کے علاوہ تمام مجالس سال میں کم از کم بارہ دفعہ اپنے اپنے حلقوں میں وقار عمل کریں۔

(۲) ان تمام کاموں کی رپورٹ ہر مجلس باقاعدہ طور پر مرکز میں بھجوائے۔

(۳) کام کی نوعیت ۔ وقار عمل کراتے وقت قائدین کرام اور زعما صاحبان مندرجہ ذیل کاموں کی طرف خاص توجہ دیں۔

ا۔ مساجد کی مرمت اور صفائی۔

ب۔ سڑکوں کی مرمت اور صفائی۔

ج۔ اپنے اپنے حلقوں میں گڑھوں اور نالیوں وغیرہ کی صفائی۔

د۔ ملیریا کے موسم میں مچھر مارنے کی طرف خاص توجہ کی جائے۔

ہ۔ ہر قیادت کے انچارج وقار عمل کو چاہیے کہ وہ اپنے حلقہ کے انچارج خدمت خلق کے ساتھ تعاون کے ساتھ کام کریں۔

***

۱۰۔ رپورٹ مہتمم صاحب اطفال کہ شعبہ اطفال کی سکیم بابت سال ۱۹۵۶-۵۷ء پیش ہے۔

(۱) دفتر میں اس شعبہ کا کوئی ریکارڈ محفوظ نہیں۔ دوران سال میں ریکارڈ کو مکمل کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

(۲) جہاں جہاں مجالس خدام الاحمدیہ قائم ہیں۔ وہاں مجالس اطفال الاحمدیہ کے قیام کی کوشش کی جائے گی ۔ اور انہیں فعال بنانے کیطرف پوری توجہ دی جائے گی۔

(۳) اطفال سے چندہ کی وصولی اور اس میں انہیں باقاعدہ کرنے کی طرف پوری توجہ دی جائے گی۔

(۴) اطفال الاحمدیہ کے لئے دینی اور تربیتی کورس دو اجزاء میں مرتب کیا جائیگا۔

***

۱۱۔ رپورٹ معتمد صاحب کہ شعبہ اعتماد کی سکیم بابت سال ۱۹۵۶-۵۷ء پیش ہے۔

(۱) مختلف کمشنریوں میں سالانہ اجتماع کرائے جائیں گے۔

(۲) تعمیر دفتر کے لئے کوشش کی جائیگی۔

(۳) دفتر میں باغیچہ لگانے کی کوشش کی جائیگی۔

(۴) مجالس میں بیداری کے لئے دورے کئے جائیں گے اور ان سے باقاعدہ رپورٹیں حاصل کی جائیں گی۔

***

۱۲۔ رپورٹ مہتمم صاحب مال کہ سکیم شعبہ مال

بابت سال ۵۷-۱۹۵۶ء پیش ہے۔

(۱) ہر ممکن کوشش کی جائے گی۔ کہ جملہ چندہ جات کی وصولی مشخصہ بجٹ کے مطابق ہو۔ اور زیادہ سے زیادہ بقایا جات وصول کئے جائیں۔

(۲) چندہ جات کی ادائیگی میں مسابقت کی روح پیدا کرنے کے لئے چندہ مجلس کے سلسلہ میں جملہ مجالس کا سہ ماہی جائزہ لیا جائیگا۔ اور سو فیصدی حصہ مرکز پورا کرنے والی مجالس کے نام دعا کے لئے حضور اقدس کی خدمت میں پیش کئے جایا کرینگے۔ وہاں الفضل اور خالد میں بھی اشاعت کر دی جائیگی۔

مجالس فوراً توجہ فرمائیں!

قومی زندگی کے قیام اور دوام کے لئے اجتماع ایک غیر معمولی حیثیت کے حامل ہوتے ہیں۔ اس نکتہ کے پیش نظر خدام الاحمدیہ کے سالانہ اجتماع کا انعقاد ہوتا ہے تا کوشش کی جائے۔ کہ ہر آئنوالے نئے سال میں ہمارا قدم پہلے سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ ترقی کی طرف اُٹھے۔ لہٰذا خاکسار اعلان ہذا کے ذریعہ جملہ مجالس کے عہدیداران اور ارکان سے پُر زور اپیل کرتا ہے۔ کہ آپ سب مالی میدان میں اپنا قدم تیز تر کر کے گذشتہ اجتماع کے انعقاد کو نتیجہ خیز ثابت فرمائیں۔ کیونکہ اجتماع کے بعد غیر متوقع طور پر چندہ مجلس کی آمد میں کمی واقع ہو گئی ہے جسکی وجہ سے نازل اخراجات بھی رُکے پڑے ہیں۔ یہ صورت یقیناً خدام الاحمدیہ کے شایان شان نہیں۔ والسلام

محمد رفیق
مہتمم مال خدام الاحمدیہ مرکزیہ

مندرجہ ذیل احباب کا چندہ فروری مارچ ۷۵ء میں ختم ہوتا ہے اسلئے یکم مارچ کا پرچہ وی پی ہوگا سال رواں کے چندہ کی ادائیگی کے لئے وی پی وصول کرنا احباب کا اخلاقی فرض ہے!

۶۷- نعمت اللہ خانصاحب - جمیس آباد
۹۱- قائد خدام الاحمدیہ چک $\frac{۸۹}{ج.ب}$ ملتن
۱۴۲- چوہدری رشید احمد صاحب ساہی $\frac{۳۵۴}{ج.ب}$
۱۶۰- سید حضرت اللہ صاحب پاشا ایم۔ اے حیدر آباد
۱۷۵- خوشی محمد صاحب زرگر - دودھ (سرگودہا)
۲۰۸- چوہدری تاج الدین صاحب - طالب آباد (نوابشاہ)
۲۵۶- سید فضل الرحمٰن شاہ صاحب - گھیر (گجرات)
۲۸۴- مرزا محمد رشید صاحب (محمد آباد اسٹیٹ)
۲۸۷- آدم خان صاحب - مانسہرہ
۳۲۲- پرنسپل تعلیم الاسلام کالج - ربوہ
۳۵۶- شریف احمد صاحب دیڑھوی - کرنڈی
۳۸۴- چوہدری نذیر احمد صاحب ٹھیکیدار چوب (جہلم)
۳۸۸- ڈاکٹر حافظ مسعود احمد صاحب - سرگودہا
۴۲۷- چوہدری عبدالرحمٰن صاحب - ملتان شہر
۴۷۱- ڈاکٹر عبدالکریم صاحب - ملتان شہر
۵۸۶- کیپٹن ملک خادم حسین صاحب - ربوہ
۶۰۶- چوہدری سعید احمد صاحب عالمگیر - ربوہ
۶۱۷- چوہدری نذیر احمد صاحب - عارف والہ
۶۳۲- فلائٹ سارجنٹ احمد بی۔ اے - رسالپور
۶۳۴- چوہدری ناصر احمد صاحب - مردان
۷۷۶- رانا نجم الدین صاحب - ۱۹۶ نہر مردان
۷۹۴- چوہدری نصیر احمد صاحب - لوال کوٹ احمدیاں
۸۸۱- میجر پیر ضیاء الدین صاحب - کوئٹہ
۹۱۲- چوہدری شریف احمد صاحب - سماعیلہ (گجرات)
۹۳۹- محمد اسحٰق صاحب واقفِ زندگی - نونگ فادم
۹۴۴- مولوی محمد یوسف صاحب - ڈیرہ نوالہ

۹۵۵- عثمان حیدر صاحب - مہدی پور (سیالکوٹ)
۹۹۴- قاضی مبارک احمد صاحب - ربوہ
۱۰۰۵- سردار محمد اسلم صاحب بلوچ - جگووالہ (ملتان)
۱۰۰۶- مستری نذیر احمد صاحب - ملتان چھاؤنی
۱۰۰۷- چوہدری غلام یٰسین صاحب - ربوہ
۱۰۱۱- چوہدری مبارک احمد صاحب - گوٹھ نور محمد جالندھری
۱۰۱۲- نجم الدین صاحب - گوٹھ حاجی قمر الدین
۱۰۱۳- ڈاکٹر محمد رفیق صاحب - داؤد خیل
۱۰۱۴- احمد حسن صاحب - لیاقت آباد
۱۰۱۵- غفور احمد صاحب - چک $\frac{۳۷}{M.L}$
۱۰۱۷- چوہدری محمد صادق صاحب - احمداں آباد (خیرپور میرس)
۱۰۱۸- غلام یٰسین صاحب - ملتان شہر
۱۰۱۹- رانا رحمت اللہ صاحب - چک ۴۱ جنوبی
۱۰۲۰- مرزا مختار احمد صاحب - شاہ پور صدر
۱۰۲۱- چوہدری نذیر احمد صاحب - سانگھڑ
۱۰۲۲- شیخ ہدایت اللہ صاحب - لنڈا بازار لاہور
۱۰۲۳- رفیق احمد صاحب بٹ - پتو سکہ (سیالکوٹ)
۱۰۴۷- ایم امام الدین صاحب - پاڈنگ (انڈونیشیا)
۱۰۴۸- محمد ایوب صاحب - لاہوٹ (انڈونیشیا)
۱۰۴۹- ایم زینی دہلم صاحب - پکان بارو (انڈونیشیا)
۱۰۵۰- ایم محمد زہدی صاحب - (انڈونیشیا)
۱۰۵۱- ایم عبدالواحد صاحب - (انڈونیشیا)
۱۰۵۲- ملک عزیز احمد خانصاحب (انڈونیشیا)
۱۰۵۳- ایم عبدالحی صاحب (انڈونیشیا)
۱۰۵۴- سید شاہ محمد صاحب مبلغ (انڈونیشیا)

مکتبہ خدام الاحمدیہ مرکزیہ

کی طرف سے

جلسہ سالانہ پر جدید علمی شاہکار اور مکمل البم سفر یورپ کی پیشکش

۱۔ اسلام اور غیر مسلم رعایا:۔ ایک علمی شاہکار (بہترین طباعت) دوستوں کی خدمت میں پیش کرنے کا بہترین تحفہ۔ اسلام کے نظام حکمرانی کے عادلانہ اصول۔ عدل مسلم کے ناقابل فراموش نقوش۔ اسلام کے لازوال حسن کی درخشاں مثالیں۔ مصنف ملک سیف الرحمٰن صاحب مجلد قیمت -/۸/۱ بغیر مجلد -/۴/۱۔

۲۔ حدیث الاخلاق:۔ جس میں خدام الاحمدیہ کے پروگرام اور تربیت اخلاق کے متعلق احادیث جمع کی گئی ہیں۔ اور یہ کتاب بطور سہ ماہی نصاب کے خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی طرف سے ۳۱ جنوری تک مقرر کی گئی ہے۔ ۲۰ سے زیادہ اکٹھی منگوانے والے احباب کو رعایت بھی دی جائے گی۔ قیمت مجلد -/-/۱ بغیر جلد -/۱۲/-

۳۔ مکمل البم سفر یورپ:۔ گذشتہ سال کے البم سے حجم میں تین گنا زیادہ ۸۰ صفحات پر مشتمل دیدہ زیب اور عمدہ تصاویر معہ ڈائری سفر یورپ از صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب نائب صدر اول۔ قیمت -/۴/۲

۴۔ خلافت نمبر:۔ جس میں سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا مضمون اسلام میں اختلافات کا آغاز چھپا ہے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے کی گرانقدر رائے :۔ رسالہ خالد کا خلافت نمبر موصول ہوا۔ جزاکم اللہ خیراً۔ وقت کے لحاظ سے یہ ایک بڑی خدمت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے بہتر نتائج پیدا کرے۔ آمین۔ آپ کی یہ کوشش بہت قابل قدر ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو نافع الناس بنائے۔ اور آپکو بیش از بیش خدمت کی توفیق بخشے۔ مضامین کے لحاظ سے نہایت اہم بہت تھوڑی کی تعداد میں باقی ہے۔ احباب اولیں

احباب اوّلین فرصت میں خرید لینے کی کوشش فرمائیں!

قیمت صرف -/۱۲/-

۵۔ سفر یورپ کی سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی ایک سہ رنگی تصویر علیحدہ طور پر جلسہ سالانہ کے ایام میں شائع کر کے احباب کو پیش کی جائیگی۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بہت سے الہامات جو موجودہ خلافت سے وابستہ ہیں بالخصوص "میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا" کی صداقت پر ایک بیّن دلیل۔

والسلام

نگران مکتبہ خدام الاحمدیہ مرکزیہ

سرزمین قادیان کا الدین دواخانہ

جسے خود حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے قائم فرمایا

اور جو ۱۹۱۱ء سے زود اثر اور مجرب ادویہ سے مخلوقِ خدا کی خدمت کیلئے غریب عوام کو کم قیمت پر مہیا کرتا چلا آرہا ہے۔ آپ کی خدمت اور مدد کی تمنا رکھتا ہے۔

قدیمی اولین شہرہ آفاق حب اٹھرا رجسٹرڈ فی تولہ ۸/۱ مکمل کورس ۱۱ تولہ ۱۲/۱۲	دوائی خاص عورتوں کے اندرونی امراض کی دوا تین روپے	نرینہ اولاد گولیاں مجرب دوا فی کورس نو روپے
حب مفید النساء ماہواری ایام کی خرابی کی دوا تین روپے	دوائی سیلان الرحم لیکوریا کا بہترین علاج تین روپے	تریاق جریان نوجوانوں کی صحت کا نگہبان تین روپے
حبوب زوجام عشق طاقت کی لاثانی دوا ساٹھ گولی چودہ روپے	حب مسان بچوں کے سوکھے بخار کی دوا فی شیشی سوا روپیہ	بچوں کی چونڈی دستوں کو روکنے کی بہترین دوا فی شیشی بارہ آنے
گڑھتی پیدائش کے بعد بچوں کے دینے کی دوا فی شیشی بارہ آنے	تسہیل ولادت پیدائش کی گھڑیاں آسان کرنے کے لئے فی کورس تین روپے	مقوی دماغ گولیاں طالب علموں اور ذہنی کام کرنیوالوں کے واسطے تحفہ۔ فی شیشی ایک روپیہ۔

ان کے علاوہ ہم مردانہ، زنانہ اور بچوں کے ہر مرض کے لئے شافی و مجرب دوائیں بناتے ہیں اپنے علاقہ اور قرب وجوار میں ہر واقف اور ضرورت مند تک ہماری دوائیوں کو پہنچا کر لاچار اور بےبس مخلوق کی دعائیں لیں۔

عورتوں کے اندرونی امراض کی تشخیص و معائنہ کے لئے معقول زنانہ انتظام ہے۔ بے اولاد عورتوں اور شدید سے شدید اندرونی امراض کا بعد معائنہ بغیر اپریشن علاج کیا جاتا ہے۔

پیش کردہ حکیم نظام جان اینڈ سنز چوک گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

مجلس خدام الاحمدیہ کراچی کے سالانہ اجتماع کے موقعہ پر قائم مقام امیر جماعت احمدیہ کراچی شیخ رحمت اللہ صاحب رسم پرچم کشائی ادا کر رہے ہیں۔

مجلس خدام الاحمدیہ کراچی کے سالانہ اجتماع ۵۶ء کے موقع پر حضرت اقدس امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا تاریخی پیغام سنانے کے بعد قائد مجلس کراچی چوہدری عبدالمجید صاحب خدام سے خطاب کر رہے ہیں۔